# ھدیۂ عقیدت

بحضور عالی مرتبت حافظ ناموسِ رسالت
عاشقِ اعلیٰ حضرت سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہم العالیہ

از: میرزا امجد رازی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحبِ عزم و ہمت وجاہت رسول | پیکرِ حسنِ شفقت وجاہت رسول
پنجۂ ظلم جو توڑ کر پھینک دے | ہے وہ دستِ حمایت وجاہت رسول
جُرمِ لا جُرم جا کر سنائیں کسے | بس ہماری ہے طاقت وجاہت رسول
عہدِ پیری بھی ہے جس کا عہدِ شباب | ہے وہ جانِ وجاہت وجاہت رسول
طائرانِ بلیٰ جس کے ہیں ہمنوا | ہے وہ شاہینِ وحدت وجاہت رسول
خوب صورت ہے صورت جو ناخوب تھی | غازۂ حسنِ صورت وجاہت رسول
جو جھکی ہے کرامت کے پھل پھول سے | ہے وہ شاخِ ولایت وجاہت رسول
جو سحر گاہ آہوں سے چیرے فلک | ہے وہ تیغِ عبادت وجاہت رسول
شیشۂ ذات میں عکسِ اسلاف دیکھ | ہے وہ چشمِ زیارت وجاہت رسول
جس کے نورِ تبسّم سے چمکے حیات | ہے وہ مہرِ محبت وجاہت رسول
جس سے شب تارِ نفرت میں پھوٹی سحر | ہے وہ شمعِ اخوّت وجاہت رسول
دھڑکنیں دل کی ہیں جس کے قدموں کی چاپ | ہے سفیرِ مسرّت وجاہت رسول
دل مسخر ہوئے جس کے اخلاق سے | ہے وہ تاجِ شرافت وجاہت رسول
جس سے روشن ہوئی فکر و فہم و ذکاء | ہے وہ نورِ درایت وجاہت رسول
ساحلِ عقل کو دُرِّ احکام دے | موجِ بحرِ فقاہت وجاہت رسول
لفظِ عُم سے لغت کو کیا پاک و صاف | ہے جمالِ فصاحت وجاہت رسول
مکتبِ علم جس کا وجودِ لطیف | ہے جہانِ اشاعت وجاہت رسول
دیکھ لو علمِ احمد رضا کا جسد | کر گیا ہے سرایت وجاہت رسول
ساقیِ حوضِ منت جو ہے اس کی ذات | مرجعِ اہلِ سنت وجاہت رسول

رشکِ تطہیر رازیؔ لقب سُن ذرا
عاشقِ اعلیٰ حضرت وجاہت رسول

ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا ۳۰ واں سال

ماہنامہ

# معارفِ رضا

کراچی

جلد: 30 شمارہ: 4

اپریل ۲۰۱۰ء / ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ



دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرتعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

**نوٹ**

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214- حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

**نوٹ:** ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/ مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

# فہرست



مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدے یا ماہنامے میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارے کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کرے گی۔ (ادارتی بورڈ)

# غم ہوگئے بے شمار آقا، بندہ تیرے نثار آقا

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

غم ہوگئے بے شمار آقا | بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا | آقا آقا سنوار آقا
منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی | دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا
ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری | لِلّٰہ یہ بوجھ اتار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پلّہ | بھاری ہے ترا وقار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے | تم کو تو ہے اختیار آقا
میں دور ہوں تم تو ہو مرے پاس | سن لو میری پکار آقا
مجھ سا کوئی غم زدہ نہ ہوگا | تم سا نہیں غم گسار آقا
گرداب میں پڑگئی ہے کشتی | ڈوبا ڈوبا، اتار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے | میں وہ کہ بدی کو عار آقا
پھر منھ نہ پڑے کبھی خزاں کا | دے دے ایسی بہار آقا
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے | میرا ہے وہ نامدار آقا
ہے ملکِ خدا پہ جس کا قبضہ | میرا ہے وہ کامگار آقا
سویا کیے نابکار بندے | رویا کیے زار زار آقا
کیا بھول ہے ان کے ہوتے کہلائیں | ق دنیا کے یہ تاجدار آقا
اُن کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں | ایسے ایسے ہزار آقا
بے ابرِ کرم کے میرے دھبے | لَا تَغْسِلُهَا الْبِحَار آقا

اتنی رحمت رضاؔ پہ کرلو
لَا یَقْرُبُهُ الْبَوَار آقا

# واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اونچے اونچوں کے سَروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا — اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محیُ الدیں ہو — اے خضر مجمعِ بحرین ہے چشمہ تیرا

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے — پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

مصطفےٰ کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا — جس نے دیکھا مِری جاں جلوۂ زیبا تیرا

ابنِ زہرا کو مبارک ہو عَروسِ قدرت — قادری پائیں تصدّق مرے دولھا تیرا

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابنِ ابی القاسم ہے — کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

نبوی مینھ، علوی فصل، بتولی گلشن — حسنی پھول! حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظِل، علوی برج، بتولی منزل — حسنی چاند حسینی ہے اُجالا تیرا

نبوی خوَر، علوی کوہ، بتولی معدن — حسنی لعل حسینی ہے تجلّا تیرا

بحر و بر، شہر و قُرٰی، سہل و حُزن، دشت و چمن — کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

حسنِ نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں — آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

عرضِ احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر — آنکھیں اے ابرِ کرم تکتی ہیں رستا تیرا

موت نزدیک، گناہوں کی تہیں، میل کے خول — آ برس جا کہ نہا دھولے یہ پیاسا تیرا

آب آمد وہ کہے اور میں تیمم بر خاست — مشتِ خاک اپنی ہو اور نور کا اہلا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے — کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت — میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے — حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد — ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

تیری عزّت کے نثار اے مرے غیرت والے — آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردا تیرا

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی — اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی — کہ وہی نا، وہ رضا بندۂ رسوا تیرا

اے رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو — سیّد جیّد ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

فخرِ آقا میں رضا اور بھی اِک نظمِ رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

# مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

﴿کلام: میرزا امجد رازی﴾

شمعِ بزمِ ہدایت سلامت رہے نورِ روئے طریقت سلامت رہے
تخمِ نخلِ حقیقت سلامت رہے گلستانِ ہدایت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

اخترِ اوجِ چرخِ نبوت ہے یہ رہروِ منزلِ جیشِ اُمت ہے یہ
مکتبِ علم و عرفانِ سیرت ہے یہ داعیِ دینِ فطرت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

ہے یہ عنوانِ صدق و صفائے حیات ہے یہ ایقانِ نورِ دعائے حیات
ہے یہ ایمانِ جانِ وفائے حیات عارضِ روئے وحدت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

جس نے توڑا ہے زعمِ دماغِ یہود جس نے توڑا فسونِ رسومِ ہنود
جسمِ مسلم کو دی جس نے نشو و نمود ایسے مسلک کی شوکت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

حفظِ ناموسِ شاہِ امم اس سے ہے آبروئے حرم کا بھرم اس سے ہے
دین زندہ خدا کی قسم اس سے ہے قلعۂ اہلِ سنت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

وہ رضؔا جس میں ظاہر جلالِ عمر رزمِ تحقیق کا رُستمِ نامور
جس نے توڑی تھی نجد و بھون کی کمر اس کی شانِ شجاعت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

وہ رضؔا جس میں ظاہر جلالِ عمر رزمِ تحقیق کا رُستمِ نامور
جس نے توڑی تھی نجد و بھون کی کمر اس کی شانِ شجاعت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

بس پھلیں پھولیں اعدائے احمد رضا جیسے خارش میں جسمِ سگِ بے حیا
لطفِ آرام کو ترسیں اہلِ ہوا تاقیامت یہ حسرت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

گلستانِ اشاعت مہکتا رہے طوطیِ اعلیٰ حضرت چہکتا رہے
حسنِ تحقیق رازؔی سنورتا رہے عزمِ سید وجاہت سلامت رہے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

﴿اپنی بات﴾

# عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر الیکٹرونک میڈیا کا کردار

## پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

انسانی تاریخ کا طویل ترین دور سماعت کے اعتبار سے چند ہزار افراد کو سنانے تک محدود رہا۔ اس کے بعد اس کے سُنے ہوئے کو لوگ آہستہ آہستہ دوسروں تک پہنچاتے۔ البتہ دوسروں تک یا اس کے بعد مزید آگے جب بات پہنچتی تو وہ اصل بات سے خاصی بدل چکی ہوتی۔ بعض وقت صحیح مفہوم تو پہنچ جاتا مگر وہ الفاظ جو کسی نے پہلی مرتبہ اپنے سننے والوں کے سامنے کہے تھے، وہ بدل جاتے۔ سوائے احادیثِ نبوی اور کلام اللہ کے، دیگر الفاظ، کلمات اور جملوں کو صحت کے ساتھ آگے پہنچانے کا انتظام نہ ہو سکا۔ دوسری جانب تحریر بھی ایک ذریعہ بنی کہ وہ تحریر دوسروں تک پہنچتی رہی مگر اس کے لیے ضروری تھا کہ اس تحریر کو پڑھنا بھی آتا ہو۔ اس لیے تحریر کے ذریعے دوسروں تک الفاظوں کا ذخیرہ تو پہنچتا رہا مگر محدود لوگ تک یا ان لوگوں تک جو پڑھنے پڑھانے کا ذوق رکھتے ہیں۔ سماعتی سلسلہ 150 سال قبل یوں بڑھنا شروع ہوا کہ انسان نے انسانی آواز کو دور تک پہنچانے کا آلہ ایجاد کرلیا یعنی لاؤڈ اسپیکر جس کی ایجاد نے ایک وقت میں ہزاروں افراد کو مستفیض کرنا شروع کر دیا۔

انسانی ترقی کا یہ دور آگے بڑھتا رہا کہ انسان کی آواز کو اپنے اندر جذب کر کے دوسروں تک پہنچانے کا آلہ بنالیا گیا جس کو ہم اور آپ ٹیپ ریکارڈ کہتے ہیں۔ اب انسان کی کہی ہوئی بات نہ صرف من وعن محفوظ ہوگئی بلکہ اس کو جس وقت جہاں انسان سننا چاہے اس کو خود بھی سن سکتا ہے اور ہزاروں لوگوں کو بھی سنا سکتا ہے۔ انسان نے مزید ترقی کی کہ جہاں اس کی آواز محفوظ تھی، وہاں اس کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کی حرکات وسکنات بھی محفوظ ہونا شروع ہوگئیں اور سب سننے والے نہ صرف اُس کی آواز سن سکتے ہیں بلکہ سنانے والے کو بھی دیکھ سکتے ہیں جس سے اُس کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ اس آلے کو ہم نے ویڈیو ٹیپ قرار دیا۔

ویڈیو کے ذریعے سماعت کے اثرات زیادہ اچھے مرتب ہونا شروع ہوگئے کہ سننے والا انسان بولنے والے کو اُسی طرح دیکھنے لگا جس طرح ایک مقام پر پہلی مرتبہ بولنے والا جب بولتا تھا تو حاضرین اسے دیکھتے اور سنتے تھے۔ اب اس منظر کو ویڈیو ٹیپ نے من وعن اپنے اندر جذب کرلیا۔ اب جب جہاں چاہیں، ویڈیو ٹیپ چلاکر آپ سن سکتے ہیں اور بولنے والے کو دیکھ سکتے ہیں۔

انسان نے مزید ترقی کی اور اب پروگرام ایک مقام

سے کیا جاتا ہے اور اسے سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا کے ہر کونے میں اسی آن Live دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی مرضی اور ذوق ہے کہ وہ کیا دیکھنا اور سننا چاہتا ہے۔ دنیا میں اس وقت ہزاروں چینل ہیں جن پر ہر ملک سے مذہبی اور غیر مذہبی پروگرام ہر وقت سنے اور دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس سے قبل کہ اُن دو کی مزید تفصیل میں جاؤں، ایک اہم نکتۂ شرعی بیان کرتا چلوں۔

جب کوئی شخص بہ آوازِ بلند بولتا ہے کہ دوسرا سن سکے تو بولنے والے کے منہ سے نکلنے والے الفاظ خواہ کسی زبان میں بھی ہوں، جب منہ سے باہر آتے ہیں تو آواز کی لہروں کی شکل میں پیدا ہو کر فضا میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ آواز کی یہ لہریں قیامت تک قائم رہیں گے اور کبھی فنا نہ ہوں گی۔ آواز کی لہروں کے ساتھ ساتھ اب Video Waves بھی تخلیق ہونا شروع ہو گئیں اور اس وقت ہزاروں چینلز سے ہر آن لاکھوں کروڑوں لائیو پروگرامز کی Video Waves فضا میں موجود ہیں۔ سائنسی اعتبار سے حقیقت کیا ہے، وہ ایک صاحبِ علم ہی سمجھتا ہے۔ آواز کی لہر آواز سے ٹکراتی ہے اور نہ Video Wave کسی دوسری Video Wave سے ٹکرا کر اس کو ضائع کرتی ہے، نہ خود بدلتی ہے نہ دوسروں کو بدلتی ہے اور ہر گھڑی اس میں اضافہ ہی اضافہ ہے۔ یہ خداوندِ کریم کی قدرت ہے کہ یہ تمام لہریں زندہ رہتی ہیں اور ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتیں نہ خود بدلتی ہیں۔ البتہ ان سابقہ لہروں کو دوبارہ اصل حالت میں فضا سے سننا یا دیکھنا ابھی تک ممکن نہیں ہوا۔ البتہ قیامت کے دن یہ بات یوں سمجھ میں آجائے گی کہ ہر انسان کی پوری زندگی ایک ویڈیو ٹیپ کی صورت میں سامنے پیش کر دی جائے گی جس کے باعث کوئی انسان اپنے کسی بھی عمل سے راہِ فرار اختیار نہ کر سکے گا۔ یہ لہریں فضا میں کیا کر رہی ہیں، آیئے امام احمد رضا سے استفادہ کریں۔ وہ فرماتے ہیں:

"واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوقہ سے ایک اُمت ہیں کہ اپنے ربّ جلّ و علا کی تسبیح کرتے ہیں۔ کلماتِ ایمان تسبیح رحمان کے ساتھ اپنے قائل کے لیے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلماتِ کفر تسبیح الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت۔"

(بحوالہ شیخ الاکبر محیّ الدین ابنِ عربی و شیخ امام عبد الوہاب شعرانی۔ فتاویٰ رضویہ، جلد: ۱۰، حصہ دوم، ص:۱۶، مکتبۂ رضویہ، کراچی)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اراکین پچھلے ۳۰ سالوں سے امام احمد رضا کے لکھے ہوئے کلمات کو آگے بڑھانے کی کوششوں میں مصروفِ عمل ہیں۔ ایک طرف امام احمد رضا کی تصانیف کو شائع کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں تو دوسری طرف لوگوں کو امام احمد رضا کی علمی شخصیت سے آگاہی کے لیے سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا اہتمام کرتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں یہ سلسلہ شروع ہوا جس کی نہ آڈیو ریکارڈنگ ہوئی اور نہ ہی ویڈیو مگر فضا میں وہ تمام تقاریر محفوظ ہوتی چلی گئیں اور کلماتِ خیر سے پیدا ہونے والی لہریں یقیناً ان باتوں کا اہتمام کرنے والوں کے لیے استغفار ضرور کر رہی ہوں گی۔ ۱۹۸۶ء کے بعد اس کی دونوں طرح سے ریکارڈنگ کا اہتمام کیا گیا۔ پہلی مرتبہ PTV نے ایک مختصر ڈاکیومنٹری فلم دکھائی اور ایک دو پروگرام پی ٹی وی پر پیش کیے گئے جسے ایک وقت میں ہزار لوگوں نے دیکھا

مگر ہم یہ یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور باوجود کوششوں کے ہمیں یہ کامیابی حاصل نہ ہوئی کہ امام احمد رضا کی تعلیمات کو ٹی وی چینل کے ذریعے لاکھوں لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتے۔ PTV کے بعد جب ۲۰۰۰ء سے پرائیوٹ ٹی۔وی چینلز کا اجرا ہونا شروع ہوا تو گاہے گاہے سال میں ایک دو مذاکرے مختلف چینلز دکھادیتے لیکن امام احمد رضا کے حوالے سے کوئی Live پروگرام نہیں دکھایا جاسکا۔ البتہ QTV نے ہر سال امام احمد رضا کے حوالے سے ایک دو مذاکرے ضرور نشر کیے جنہیں دنیا بھر میں سنا اور دیکھا جاسکا۔ یوں امام احمد رضا کا مشن تمام عالم میں پہنچانا آسان ہوگیا اور دنیا بھر کے لوگوں کے سامنے امام احمد رضا کی تعلیمات کو روشناس کروانا آسان ہوگیا۔ یہ سلسلہ اب بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سالِ رواں ۲۰۱۰ء میں صفر المظفر کے موقع پر عین 25 صفر کو نور ٹیلی ویژن نے ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اور امام احمد رضا پر ساڑھے تین گھنٹے کا Live پروگرام نشر کیا جو لندن کے وقت کے مطابق صبح ساڑھے دس بجے سے لے کر دن دو بجے تک جاری رہا۔ اس پروگرام کو پیش کرنے میں محسنِ اہلِ سنّت اور نیریاں شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ پیر طریقت علاؤالدین صدیقی مدظلہ العالی نے بھرپور دلچسپی لی اور اپنے قائم کردہ نور ٹی وی سے اس پروگرام کو پہلی مرتبہ Live دکھانے کا اہتمام کیا جو بیک وقت 170 ملکوں میں دیکھا جاسکا۔

اس Live پروگرام کے میزبان علامہ نصیر اللہ تھے اور ان کے ساتھ ممتاز علمائے کرام تشریف فرما تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ علامہ قمر الزمان اعظمی صاحب
۲۔ علامہ مفتی عبد الرسول منصور صاحب
۳۔ علامہ مفتی انصر قادری صاحب
۴۔ علامہ مفتی گل محمد قادری صاحب
۵۔ علامہ قاری علی احمد صاحب
۶۔ علامہ مفتی یار محمد قادری صاحب
۷۔ علامہ مفتی نصیر اللہ چشتی صاحب

اس Live پروگرام کے دوران نور ٹی وی نے حضرت علامہ علاؤالدین صاحب کو آن لائن لیا جو ان دِنوں پاکستان میں موجود تھے اور آپ نے امام احمد رضا کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کی تعلیمات کو فی زمانہ ضروری قرار دیا۔ اس کے علاوہ بریلی، انڈیا سے علامہ محمد حنیف خاں رضوی سے بھی آن لائن گفتگو کرتے ہوئے امام احمد رضا کی علومِ حدیث پر مہارت کے حوالے سے سوالات کیے جس کے آپ نے تفصیل سے جواب دیے اور امام احمد رضا کو اس صدی کا ایک عظیم محدث قرار دیا۔ خیال رہے کہ مولانا محمد حنیف خاں نے امام احمد رضا کی کتب سے احادیثِ نبوی ﷺ کو جمع کر کے ۶ جلدوں پر کتاب "جامع الاحادیث" مرتب کی ہے جو امام احمد رضا کی علمِ حدیث پر مکمل گرفت کی غماز ہے۔ نور TV نے اس احقر کو بھی مقامی وقت کے مطابق رات ساڑھے تین بجے آن۔ لائن لیا اور دو بنیادی سوالات ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کارکردگی اور امام احمد رضا بحیثیت سائنسدان کیے جس کے تفصیل سے جواب دیے گئے۔

قارئینِ کرام! نور ٹی وی نے خلیفہ عبد المجید صدیقی مدظلہ العالی کی سربراہی اور مشوروں کے ساتھ کراچی سے

۳۔مختلف پروگرامز کی سیریل ریکارڈ کرکے لندن بھجوائی جو عشرۂ امام احمد رضا کے عنوان سے پیش کردہ پروگرام میں دس روز تک مختلف اوقات میں ٹیلی کاسٹ ہوتے رہے۔ کراچی میں یہ پروگرامز علامہ محمد عاصم نقشبندی نیروی صاحب نے کنڈکٹ کیے۔ ان پروگرامز کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔افکارِ رضا۔ 5 پروگرام۔

میزبان: پروفیسر مجید اللہ قادری

۲۔ امام احمد رضا اور سائنسی علوم۔ پریزنٹیشن کی صورت میں 5 پروگرام ریکارڈ کیے گئے۔

میزبان: پروفیسر مجید اللہ قادری

۳۔رنگِ رضا۔ جس میں اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام اور اس کی تشریح پیش گئی۔ نعت خواں فیصل حسن نقشبندی تھے جبکہ علامہ مفتی نعیم قادری نے اس کی مختصر تشریح بیان کی اور یہ 10 پروگرام نشر کیے گئے۔

پروگرام "افکارِ رضا" میں احقر نے مختلف عنوانات پر مختلف اسکالرز اور علماء کو بلا کر ان سے امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی اور ہر پروگرام 40 منٹ کا ریکارڈ کیا گیا۔

۱۔ امام احمد رضا اور علومِ قرآن (سیّد وجاہت رسول قادری، صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل)

۲۔ امام احمد رضا اور علومِ حدیث (علامہ ڈاکٹر منظور احمد سعیدی، امام جامع مسجد رحمانیہ، طارق روڈ، کراچی)

۳۔ امام احمد رضا اور علومِ فقہ (پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی)

۴۔ امام احمد رضا اور معاشرتی علوم (پروفیسر دلاور خاں نوری، پرنسپل جامعہ ملیہ ایجوکیشن کالج، ملیر، کراچی)

۵۔امام احمد رضا اور سائنسی علوم (علامہ مفتی محمد اعجاز قادری)

دوسرا پروگرام جو امام احمد رضا کے سائنسی علوم کے حوالے سے تھا اس کو Presentation کی صورت میں مرتب کیا گیا تھا اور احقر نے مندرجہ ذیل پروگرام ریکارڈ کروائے تھے:

- Presentation No. 1 An over view on Imam Ahmad Raza
- Presentation No. 2 , Written work of Imam Ahmad Raza
- Presentation No. 3 , Quran, science and Imam Ahmad Raza
- Presentation No. 4 Lunar and Solar Tides
- Presentation No. 5 Seafloor spreading and Isostacy

اپنی طبیعت کی اچانک خرابی کے باعث مزید پروگرام ریکارڈ نہ کروا سکا ورنہ خیال یہی تھا کہ افکار رضا پر کم از کم ۱۰ پروگرام ریکارڈ کیے جاتے، اسی طرح Presentations کے بھی کم از کم دس پروگرام ریکارڈ کیے جانے تھے تاکہ عشرہ امام احمد رضا جو Noor Tv نے 20 تا 30 صفر المظفر منایا تھا اس میں روزانہ ایک ایک پروگرام نشر کیا جاسکے مگر جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اللہ کو ابھی اتنا ہی کام لینا منظور تھا اس کا بھی شکر ادا کریں تو کم

ہے کہ امام احمد رضا کے پورے عالم میں متعارف کروانے میں Noor Tv نے اس سال بہت زیادہ تعاون کیا جو کام ہم 30 سال میں نہ کر سکے وہ 10 دنوں میں دنیا تک پہنچا دیا اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا اور Noor Tv اپنے نام کا اسم بامسمہ ہو کر اس نور کو پھیلاتا رہے گا۔

پاکستان سے QTV نے ہمیشہ کی طرح اس سال بھی یوم امام احمد رضا کے موقعہ پر اپنے اسپیشل ٹرانسمیشن میں امام احمد رضا پر ایک مذاکرہ ۲۵ صفر المظفر بدھ کے دن شام ۷ بجے پیش کیا جس کی میزبانی محترم جنید اقبال فرما رہے تھے جب کہ شرکا میں پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ قادری سابق چیئرمین شعبہ سیاسیات جامعہ کراچی اور احقر تھا ایک گھنٹے کے پروگرام میں امام احمد رضا کے افکار پر روشنی ڈالی گئی اور خاص کر ان کے علمی کارناموں کو High Light کیا گیا۔ اس کے علاوہ ۲۴ صفر المظفر کو شام ۴ بجے QTV کے پروگرام ہمارے بزرگ میں بھی امام احمد رضا پر ۲۵ منٹ کا پروگرام پیش کیا گیا یہ پروگرام بھی احقر نے پیش کیا تھا۔ یہ پروگرام ''ہمارے بزرگ'' اگرچہ بچوں کے لیے پیش کیا جاتا ہے مگر اس میں بزرگوں کی تعلیمات کو پیش کر کے چھوٹے بڑے سب کے لیے پیغام ہوتا ہے اس سے قبل QTV سے مفتی اعظم ہند اور شاہ برکت اللہ پر بھی احقر پروگرام پیش کر چکا ہے اور یہ دونوں پروگرام بھی دنیا کے بیشتر ممالک میں دیکھے گئے اور امام احمد رضا کی تعلیمات کا شہرہ ہوا۔ ادارہ دونوں ٹی وی چینل یعنی QTV اور NOOR TV کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرتا ہے کہ جن کے توسط سے امام احمد رضا کا پیغام اب موجودہ دور میں پلک جھپکتے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ QTV کے قاسم جلالی صاحب اور NOOR TV کے عبدالمجید صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

قارئینِ کرام! دورِ حاضر کی ٹکنالوجی کے اعتبار سے دنیا تک پیغام پہنچانا آسان ہو گیا ہے۔ ہم کو چاہیے کہ امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہلِ سنت کی تعلیمات کو احسن طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کریں اور اپنے مذہب و مسلک کی خدمت کریں اللہ تعالیٰ دیگر TV چینل کو بھی اس دعوت خیر کی تعلیم دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئینِ کرام! ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پچھلے 30 سالوں سے مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے سلسلے میں کوشاں ہے اور اس سال 30 ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد جامعہ کراچی کے شعبہ شیخ زید اسلامک سینٹر میں 6/ فروری کو ہونا تھا جس کی صدارت جامعہ کراچی کے وائس چانسلر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب فرما رہے تھے جب کہ سندھ کی جامشورو میں قائم سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد مغل صاحب مہمان خصوصی کے طور پر حاضر ہو رہے تھے مگر 5 فروری کی شام کراچی میں حالات نہایت کشیدہ ہو گئے تھے جس کے باعث یہ کانفرنس 30 سال میں پہلی مرتبہ مؤخر کرنی پڑی اور اب یہ کانفرنس انشاء اللہ مارچ کے آخر یا اپریل کے شروع دنوں میں منعقد کی جائے گی دعا فرمائیں کہ کانفرنس کا انعقاد جلد آسانی سے ممکن ہو سکے۔

☆☆☆

تفسیر رضوی

# سورة البقرة

معارفِ قرآن
من افاضاتِ امام احمد رضا

گذشتہ سے پیوستہ — مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

﴿۴۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کا نکاح حرام ہے ۔(جیسا کہ ''ولاتنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ط میں اس کا بیان ہے۔ مرتب) یہ حکم کافران اصلی کا ہے ۔ مرتد اور مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا ۔ نہ مسلم سے نہ کافر سے ۔ نہ اصلی سے نہ مرتد سے ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

**لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة و لا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذلک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط.** (فتاوی رضویه قدیم ۵/ ۳۳۲)

(۲۲۶) لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ج فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. ☆

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۴۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایلا کے یہ معنیٰ کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے ۔ اور یہ قسم و تعلیق یا مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم ۔ یا موبد یعنی صراحۃ ہمیشہ کے لیے ہو۔ مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو۔ یا کسی خاص مدت کے لیے ہو، تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو، مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا ، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سو رکعت نماز لازم ۔ اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضروری کہ وہ جس امر کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلۂ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک۔

اور وہ شرعاً تعلیق کہنے سے بھی لازم آسکتا ہے ۔ جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، عتق، طلاق، کفارہ وغیرہا۔ نہ مثل وضو و غسل وتلاوت قرآن وسجدۂ تلاوت واتباع جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہو جاتیں ۔ اور یہ قسم و تعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے ۔ جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی تو ایلا ہوگا، اور اگر ایک بھی کم ہوئی تو نہیں ۔ مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق ۔ خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا، یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا ۔ یا قسم و تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگر چہ ایک ہی ساعت کم ۔ یہ ایلا نہ ہوا جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ لازم جو کچھ آنا کہا تھا خواہ مثل کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے ، مگر مدت بے جماع گذر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلا ہے ۔ یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہی تو ایلا نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں ۔ اور اگر تعلیق میں تلاوتِ قرآن وغیرہ اشیا غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑے گی اور نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم ۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کروں گا، یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سو حج لازم، یہ بھی ایلا نہیں، کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اس گھر یا شہر سے باہر لیجا کر جماع کرسکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا ۔ بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق مین اختیار

ہے۔ چاہے وہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے۔ علی ھذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلا نہیں۔ ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل در مختار و ردالمحتار میں ہے۔ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَرَاجِعۡھُمَا۔ پھر جب ایلا متحقق ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس ناحق یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک پہنچ سکنا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا۔ مثلاً یوں نہ کہا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کیا یا اپنے کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلا باطل کر دیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑے گی جس سے وہ خود مختار ہو گی۔

فی الدر حکمہ وقوع طلقة بائنة ان بر ولم یطا ولزم الکفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان. فی ردالمحتار. قولہ. و لم یطأ عطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقة عند القدرة او ما یقوم مقامہ کالقول عند العجز فالمراد ولم یف ای لم یرجع الی ما حلف علیہ اھ. و فی الدر عجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطیھا لمرض باحدھما او صغرھا او جبہ اوعنہ او لمسافة لا یقدر علی قطعھا فی مدة الایلاء اولحبسہ لا بحق ففیؤ نحو قولہ بلسانہ فئت الیھا او راجعتک اوابطلت الایلاء او رجعت عما قلت و نحوہ. اھ ملخصا

مگر ایلا طلاقِ مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو۔ عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کر سکتے ہیں۔ ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہو گا کہ اب تیسری مل کر تین طلاقیں ہو گئیں یہ جدا بات ہے۔ یا اگر وقت کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحة موبد تھا چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کر لیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کر لیا اور یونہی چار مہینے بے رجعت گزر گئے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لا سکے گا۔

فی التنویر فی الحلف باللہ وجب الکفارة و فی غیرہ وجب الجزاء و سقط الایلاء والا بانت بواحدة وسقط الحلف لومو قتالو کان موبدا فلو نکحھا ثانیا ومضت المدتان بلا فئی بانت باخریین والمدة من وقت الزوج فان نکحھا بعد زوج آخر لم تطلق وان وطئھا کفر لبقاء الیمین. واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم. (فتاویٰ رضویہ قدیم ۸۲۰/۵ تا ۸۲۲)

(۲۲۹) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡتَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ط وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَیۡتُمُوۡھُنَّ شَیۡئًا اِلَّآ اَنۡ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَاللّٰہِ ط فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَاللّٰہِ لا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡھِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِہٖ ط تِلۡکَ حُدُوۡدُاللّٰہِ فَلَا تَعۡتَدُوۡھَا ج وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَاللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ. ☆

(۲۳۰) فَاِنۡ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدُحَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ ط فَاِنۡ طَلَّقَھَا فَلَاجُنَاحَ عَلَیۡھِمَآ اَنۡ یَّتَرَاجَعَآاِنۡ ظَنَّآ اَنۡ یُّقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ ط وَتِلۡکَ حُدُوۡدُاللّٰہِ یُبَیِّنُھَالِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ. ☆

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کرینگے؛ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے؛ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے! اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لیے۔

جاری ہے......

گذشتہ سے پیوستہ

# ۲۔ فضیلت علمِ دین

کتاب العلم

معارفِ حدیث
من افاضاتِ امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

## (۱) فضیلت علم

۲۲۷. عن عبدالله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ مِنَ الْعِبَادَةِ.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علم عبادت سے افضل ہے۔

۲۲۸. عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَلْعِلْمُ خَیْرٌ مِّنَ الْعِبَادَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم عبادت سے بہتر ہے۔

۲۲۹. عن بعض الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ.

بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم عمل سے افضل ہے۔

۲۳۰. عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَلْعِلْمُ خَیْرٌ مِّنَ الْعَمَلِ.

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم عمل سے بہتر ہے۔

## (۲) علم خشیت ربانی کا سبب ہے

۲۳۱. عن أبی درداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّلَضَحِکْتُمْ قَلِیْلاً وَّلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصَّعُدَاتِ تُجَارُوْنَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا تَدْرُوْنَ تَنْجُوْنَ أَوْلَا تَنْجُوْنَ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لیتے تو زیادہ روتے اور کم ہنستے اور تم ٹیلوں کی طرف نکل کر اللہ عزوجل سے گڑگڑاتے اور تم کو یہ پتہ نہ چلتا کہ تم نجات پاؤ گے یا نہیں۔ فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۹/۵۷

# ۳۔ فضیلت علماء

## (۱) فضائل علماء

۲۳۲. عن أبی أُمامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَا یَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ.

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علما کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۹/۱۴

۲۳۳. عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَا یَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ بَیِّنُ النِّفَاقِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علما کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔ فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۹/۱۴۰

۲۳۴. عن عبادة بن الصامت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: لَیْسَ مِنْ اُمَّتِی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّہٗ.

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔

[۱] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اگر عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا، تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے، اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے، اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ فتاوٰی رضویہ، جلد اول، ۱۴۰/۹

خلاصہ میں ہے۔

من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیه الکفر ،جس نے کسی عالم سے کسی ظاہری وجہ کے بغیر بغض رکھا اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ منح الروض الا زھر میں ہے۔ الظاھر انه یکفر، ظاہر یہ ہے کہ اس پر حکم کفر ہے۔ فتاوٰی رضویہ حصہ اول ۱۴۰/۹

۲۳۵. عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: خَمْسٌ مِّنَ الْعِبَادَۃِ، قِلَّۃُ الطَّعَامِ، وَالْقُعُوْدُ فِی الْمَسَاجِدِ، وَالنَّظَرُ اِلَی الْکَعْبَۃِ، وَالنَّظَرُ اِلَی الْمُصْحَفِ، وَالنَّظَرُ اِلَی الْعَالِمِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزیں عبادت سے ہیں: کم کھانا، مسجد میں بیٹھنا، کعبہ دیکھنا، مصحف کو دیکھنا، اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ فتاوٰی رضویہ ۶۱۶/۴

## حوالہ جات

۲۲۷. جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۲۳/۱
☆ کنز العمال للمتقی، ۲۸۶۵۷، ۱۳۲/۱۰
تاریخ بغداد للخطیب، ۴۳۶/۴
☆ کشف الخفا للعجلونی، ۸۵/۲
۲۲۸. جامع بیان العلم لابن عبد البر، ۲۳/۱
☆ کنز العمال للمتقی، ۲۸۶۶۴، ۱۳۲/۱۰
کشف الخفا للعجلونی، ۸۵/۲
۲۲۹. الدر المنثور للسیوطی، ۱۹۳/۱
☆ کمز العمال للمتقی ۲۸۶۵۸، ۱۳۱/۱۰
۲۳۰. کنز العمال للمتقی، ۲۸۹۴۵، ۱۸۲/۱۰
۲۳۱. المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۸۲/۱۰
☆ المستدرک للحاکم، ۳۲۰/۴
الجامع الصغیر للسیوطی، ۴۵۶/۲
۲۳۲. المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۰۲/۸
☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۱۲۷/۱
کنز العمال للمتقی ۴۳۸۱۰، ۳۲/۱۶
☆ تاریخ بغداد للخطیب، ۲۱/۱۴
اللآلی المصنوعة للسیوطی، ۷۹/۱
☆ تنزیه الشریعة لابن عراق، ۲۰۷/۱
۲۳۳. کنز العمال للمتقی، ۴۳۸۱۱، ۳۲/۱۶
۲۳۴. المسند لاحمد بن حنبل، ۳۲۳/۵
☆ المستدرک للحاکم، الایمان، ۱۲۲/۱
الترغیب والترھیب للمنذری، ۱۱۴/۱
☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۱۲۷/۱
۲۳۵. مسند الفردوس للدیلمی، ۱۹۵/۲
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲۴۲/۱
کنز العمال للمتقی، ۴۳۴۹۳، ۸۸۰/۱۵
☆ العلل المتناھیة لابن الجوزی، ۳۴۴/۲

جاری ہے......

# امام احمد رضا اور عہد حاضر کے مسائل

مولانا محمد قمر الحسن قادری قمر بستوی

میرے اس مختصر مقالے میں ''امام احمد رضا اور عہدِ حاضر کے مسائل'' سے بحث کی گئی ہے۔ موضوع انتہائی متنوع ہے مگر اس میں سے چند مسائل ہی زیرِ بحث آسکے ہیں۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام اہلِ سنت کی فکری بصارت کس ذُروۂ کمال پر ہے اور آپ کی ژرف نگاہی کا معیار کیا ہے۔ جب کہ اکہتر (۷۱) سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر آپ کے خطوط متعینہ آج بھی رہنمائی کرتے ہوئے عصر حاضر کو چیلنج کر رہے ہیں۔ میں اپنی اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ قارئینِ کرام کے مذاقِ سلیم پر موقوف ہے۔ قمر غفرلہٗ

یہ ایک امرِ مسلم ہے کہ ہر ربع صدی کے گزرتے گزرتے زمانے کی اقدار بدل جاتی ہیں اور کل کے واقعات تاریخ کے اساطیر بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہر عہد اپنے اندر بے شمار نئے مسائل لے کر نمودار ہوتا ہے کہ جن کا عہدِ ماضی میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور مسائل کی جہتیں ہر سمت بکھری ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ سیاسی، اقتصادی، سماجی، معاشرتی، تمدنی اور مذہبی ہر طرح کے نئے مسائل جنم لیتے ہیں اور بعض پرانے مسئلوں کے تصورات اگر چہ اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں تاہم نئے وقوع پذیر ہونے والے مسائل اپنی جگہ عصری متقاضیات کا چیلنج بنے رہتے ہیں۔ زمانے کی قدریں زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں ہر صاحبِ فکر و بصیرت اپنی خداداد صلاحیتوں سے دقیق گتھیاں سلجھاتا رہتا ہے۔ اگر وقت کے تقاضوں سے آنکھیں بند کر کے صرف ماضی کے واقعات پر تکیہ کر لیا جائے اور حال و مستقبل سے لاتعلق ہو جایا جائے تو وقت کی تیز دوڑ میں اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے ''من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل'' جس نے زمانے والوں کو نہ پہچانا وہ جاہل ہے۔ کیونکہ وقت جس کا تقاضا کرے اسی کے مطابق اس کو پورا کرنا چاہیے۔

یہ قدیم روایت ہے کہ ابھی ایک مسئلے پر غور و خوض ہوتا رہتا ہے اور دوسرا مسئلہ سر ابھارے آموجود ہوتا ہے۔ اسلامی سیاست و تاریخ میں ہر دور میں اس قسم کے مسائل وجود پذیر ہوتے رہے ہیں۔ اسلامی افکار و اقدار ہر طرح کے مسائل کے لیے سازگار ماحول رکھتی ہیں۔ تاریخ اسلامی میں ایک سے ایک نابغۂ روزگار ہستیاں جلوہ بار ہوئی ہیں اور ہر دور کے مسائل کو اسلامی نقطۂ نظر سے حل کیا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں جہاں علمائے اعلام کا ایک سلسلۃ الذہب ہے اسی میں مجددِ اسلام، فقیہ و عالم امام احمد رضا فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ جنہوں نے اسلامیانِ ہند کی نہ صرف صحیح اور بروقت رہنمائی کی بلکہ عالمی تناظر میں پائے جانے والے بے شمار لاینحل مسائل کا حل نکالا۔ جہاں بڑے بڑے دانشوروں کا قافیۂ عقل تنگ ہوتا وہاں امام احمد رضا اپنی خداداد فکری بصارت کا ایسا دلکش اور جاذب نقش چھوڑتے کہ دیکھنے والے عش عش کر اُٹھتے۔ آپ کے معاصرین میں سے بہت سارے لوگوں نے اگرچہ شروع میں ان سے اختلافِ رائے کیا۔ مگر جب حقیقت ابھر کر نگاہوں کے سامنے آئی تو پھر امام احمد رضا کے افکار و خیالات کو حرزِ جاں بنا لیا۔

۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء سے ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دور سے کچھ مسائل ابھر کر آئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ان کا بھر پور جواب لکھا۔ جس پر ان کی ہزاروں کتابیں شاہد عدل ہیں۔ آپ کے قلمِ فیض رقم سے کوئی بھی مسئلہ تشنہ کام نہیں رہ سکا۔ جس

فن اور جس طرح کا مسئلہ ہوا اس کا اسی فن اور زبان میں جواب مرحمت فرمایا گیا۔ جیسا کہ عرض چکا ہوں کہ چوتھائی صدی گزرتے گزرتے نئے مسائل جنم لیتے ہیں اور ماضی کے گزشتہ آفاقی مسائل تاریخی اساطیر بن جاتے ہیں۔ پھر ان کو مقامِ تحقیق میں تو معرضِ بحث لایا جاسکتا ہے لیکن بالذات ان سے بحث خال خال ہوتی ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے عہد کے مسائل بھی اب پرانے ہوگئے کیونکہ ان کی فکری جولان گاہ کی کرشمہ سازیاں کوئی نصف صدی ہوئی گزر چکی ہیں۔ لیکن یہ حیرت انگیز بات ہے کہ آپ کی فکری بصیرت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ آج بھی بے شمار مسائل اگرچہ نئی ترنگ کے ساتھ ابھر کر آرہے ہیں مگر پھر بھی امام نے جن خطوط کی نشاندہی کی تھی اس کی روشنی میں یہ ابھرتے ہوئے مسائل ذرہ برابر بھی ہٹ کر نہیں ہیں۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کے ماحولیات کو نگاہوں میں رکھ کر جواب رقم فرمایا گیا۔ تفصیل آگے کی سطروں میں آتی ہے۔

میرے اس مقالے کا عنوان ''امام احمد رضا اور عہدِ حاضر کے مسائل'' ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اس مختصر مقالے میں عصرِ حاضر کے جملہ مسائل سے بحث اگرچہ ناممکن نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ اس لیے چند وہ مسائل جو اس وقت چیلنج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں انہیں پر بحث کی جائے گی۔ خدا کرے میں اس سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہوسکوں۔

عہدِ حاضر کے مسائل پر بحث کرنے کے لیے اس کی تقسیم راقم الحروف کے نزدیک ناگزیر ہے تاکہ گفتگو کا رخ انہیں امور کی طرف پھیرا جاسکے جن سے میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک عصری مسائل کی تقسیم یوں کی جاسکتی ہے:

(۱) ملکی مسائل (۲) بین الاقوامی مسائل

پھر پہلی شق کو بھی دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے:

(۱) یک قومی مسائل (صرف مسلمانوں سے متعلق) (۲) ہمہ قومی مسائل (بلاتفریق باشندگانِ ہند سے متعلق) پھر اول کی مزید دو قسمیں کی جاسکتی ہیں:

(۱) مذہبی (۲) غیر مذہبی

غیر مذہبی کی مزید بہت ساری قسمیں ہیں۔

نوٹ: یہاں غیر مذہبی اصطلاح تناظر کے پیشِ نظر استعمال کی گئی ہے۔ (قمر غفرلہ)

غیر مذہبی مسائل حسبِ ذیل ہیں:

سیاسی، معاشی، اقتصادی، سماجی، سائنسی، نباتیاتی، معدنیاتی، حیاتیاتی، میڈیکل، زراعتی، نظریاتی، پولیٹکل سائنس وغیرہ۔

یوں تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بین الاقوامی تناظر میں بھی کلام فرمایا ہے مگر میں ملکی داخلی مسائل پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ایک وطن دوست اور ملکی مفاد کے خیر خواہ تھے مگر آپ کا معیار ومیزان یہ تھا کہ سب سے پہلے کسی بھی مسئلے کو شرع کی ترازو میں تولتے تھے۔ اگر میزانِ شرع میں وہ بحث یا وہ مسئلہ کھرا اترتا تو اس کو ہاتھ لگاتے کھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو قلم زد فرما دیتے۔ چونکہ آپ کے نزدیک وطنیت مذہب سے تشکیل پاتی ہے۔ اس لیے مذہب کو اولیت دیتے اور وطنیت کو ثانویت۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ملک میں مذہبی رواداری کا فروغ چاہتے۔ آپ کی نظروں میں رسولِ گرامی، صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا وہ عہدِ زریں تھا جس پر مستقبل کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اسی لیے آپ کسی بھی مسئلے کو اولین مرحلے میں مذہبی اثر کے تحت پرکھنے کے عادی تھے۔ پھر ملک کے داخلی مسائل کے تناظر میں مسلمانوں کا مستقبل ان کی نظروں میں تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک شہری دور ختم ہو چکا ہے۔ انگریزوں کی بالادستی غیر مسلموں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ساکھ اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے۔ اس لیے آپ آنے والے خطرات کے مقابل مسلمانانِ ہند کو منظم کرنا چاہتے تھے۔

آج ہندوستان میں مسلمان اپنے عائلی مسائل یا تشخص کی

حفاظت کے سلسلے میں جس قدر مضطرب اور پریشان نظر آرہا ہے یہ اسی عہد کی دین ہے۔ جو انگریزوں نے یہاں زہر گھولا تھا اس کا اثر بالتدریج ظاہر ہو رہا ہے۔ مسلم پرسنل لا میں مداخلت، قربانی گاؤ کا مسئلہ، معابد کا تحفظ، مسلمانوں کی بینک کاری، اقتصادی خوش حالی، مسلمانوں کا سیاسی و مذہبی تشخص وغیرہ جتنے بھی مسائل سر اٹھا رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی دور رس نگاہیں ان کو اکہتر سال قبل دیکھ چکی تھیں۔ اسی لیے وہ مسلمانوں کا تشخص بحال کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنی قوم کو غیروں کا دست نگر نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ باوقار زندگی خوشحال معاشرہ اور متدین ماحول میں زندگی بسر کرنا دیکھنا چاہ رہے تھے۔ عصری مسائل کے غیر شعوری فارمولے جو افق پر اُٹھنے والے تھے وہ سب کا انسداد کر کے قوم مسلم کو مرفۃ الحال کرنے کے داعی تھے۔

چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جب تحریکِ ترک موالات کی گرما گرمی تھی اور انگریزوں سے ترک موالات کے پس منظر میں یہاں کے غیر مسلموں سے موالات کی پینگیں بڑھائی جارہی تھیں جس کا خوفناک اثر بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا تو امام موصوف نے اس خوفناک طوفان کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کو ہلاکت کی صلیب پر چڑھنے سے بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ گندم نما جو فروش مولویوں نے تحریکِ ترکِ موالات کی اتنی شدت سے حمایت کی کہ اس ہوا کا رخ طوفان کی صورت اختیار کر گیا۔ محمود حسن دیوبندی، ابوالکلام آزاد اور محمد علی جوہر وغیرہ نے پوری فضا کو اپنے حق میں کر لیا تھا مگر قوم مسلم کی تقدیر کو لوحِ محفوظ میں دیکھ کر پڑھنے والا درویشِ کامل اور خدا رسیدہ ایک ہی تھا جو قوم وملت کی نگہبانی کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہا تھا۔ مذکورۃ الصدر حضرات کا مقصد یہ تھا کہ انگریزوں سے ترکِ موالات کر کے ہندوؤں سے موالات برقرار رکھ کر اس طرح ملک کو ان کے غاصبانہ چنگل سے آزاد کرایا جا سکتا ہے۔ شاید وطن دوستی کی اندھی عینک نے ان کے ہوش وحواس مختل کر دیے تھے۔ اس ترکِ موالات کا زہریلا اثر کیا ہونے والا تھا کہ مسلمان ہندوؤں کا دست نگر اور ان کے زیر اثر ہو جاتا جس سے اس کا تشخص مجروح ہوتا اور پھر قوم مسلم کی ساکھ کسی دیمک زدہ درخت کی طرح دیکھتے دیکھتے زمین پر ڈھیر ہو چکی تھی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد رقمطراز ہیں کہ

''کانگریس کا منتہا یہ تھا کہ ملی امتیازات کو خیر باد کہہ کر ''ہندوستانیت'' میں گم ہو جاؤ۔ اس طرح مذہب کی بنیاد خود بخود ڈھے جاتی۔ اسی زمانے میں جب فاضلِ بریلوی ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت فرما کر ملتِ اسلامیہ کی وحدت کی حفاظت فرما رہے تھے علامہ اقبال نے ایک ''قومی نظریے کی مخالفت کرتے ہوئے تصور وطنیت پر سخت تنقید فرمائی اور وہ شاعر جس نے کبھی نیا شوالہ اور ترانہ ہندی جیسی نظمیں لکھی تھیں اب یہ کہتا ہوا نظر آرہا ہے:

اس دور میں مئے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

''الخ''!

امام احمد رضا کی چھٹی حس تیزی سے کام کر رہی تھی اس تحریک کا نتیجہ ان کی نظروں میں تھا۔ چنانچہ آپ نے انگریزوں سے ترک موالات اور ہندوؤں سے اتحاد کے زہر کی تلخ کلامی سے مسلم عوام کو آگاہ کیا۔ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کے ایک استفتاء کے جواب میں مستقبل کے ان وقائع کی طرف برجستگی سے اشارہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

''مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعارِ اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی اور رہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کر کے لکچر دلوانا، اپنے ماتھے پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جئے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹی اپنے کندھوں پر رکھ کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو شرک کا ماتم

گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لیے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لیے نماز ودعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا۔ مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، ان میں سے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا ان کے لیے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اُٹھا دے، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستش گاہوں) کو مقدس مقام پر ٹھہرائے گا، یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں، کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ یہ سب افعال و اقوال ضلالِ بعید وکفرِ شدید ہیں۔ اور ان کے فاعل وقائل وقابل اعدائے دینِ حمید ودشمنانِ ربِّ مجید ہیں''۔ ۲

یہ وہ احساسات تھے جو امام احمد رضا نے محسوس کیے تھے۔ آج آزادی کے ۴۵ سال بعد بھی جو زبوں حالی لحہ لحہ قدم قدم پر نظر آرہی ہے یہ دراصل انہیں ضمیر فروش مولویوں کی عاقبت نا اندیشانہ حرکتوں کا کرشمہ ہے ورنہ اگر امامِ موصوف کے افکار ونظریات کی مخالفت نہ کی گئی ہوتی اور محولہ بالا عبارت میں جن وقائع وخدشات کا ذکر کیا ہے ان پر سنجیدگی سے سوچا گیا ہوتا تو آج مسلمان اپنے ہی ملک میں بے دست و پا، غلامی کی زنجیروں میں جکڑا اور سہا سہا نظر نہ آتا۔ دیوبندی مکتبِ فکر کانگریسی ملاؤں نے پوری قوم کا سودا کیا اور ملتِ اسلامیہ کو دن دہاڑے غارت گروں اور قزاقوں کی طرح ہندوؤں کی جھولی میں ڈال دیا۔ جس کا نتیجہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ بلکہ تعمق فکر اور غائر نظر سے جائزہ لیا جائے تو موجودہ فسطائی تنظیمیں بی جے پی، شیوسینا، آر ایس ایس وغیرہ یہ انہیں بے ضمیر مولویوں کی بنیاد پر وجود میں آئیں جن سے ملکی سالمیت خطرے میں ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ترک موالات نہ صرف انگریزوں بلکہ جملہ غیر مسلموں سے چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ اگر صرف انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان حاکم ومحکوم کی نوعیت کا ہوتا تو اس کی جہت یقیناً مختلف ہوتی مگر یہاں تو حالت کچھ اور ہی انگڑائی لے رہے تھی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی فکر انگیز بصیرت کا داشگاف اظہار تحریکِ ترکِ موالات کے تجزیاتی مزاج سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ترکِ موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمان محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی۔ مگر ترکِ موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا بحث اس سے تھی اور اسی بنا پر اس کی شدید مخالفت کی گئی''۔ ۳

اس عدمِ توازن کا برملا اظہار امامِ موصوف نے اپنے مذکورہ بالا فتویٰ میں چند سطر بعد فرمایا کہ

''ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں بت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے۔ کیسا وداد کہاں کا اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سرشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے۔ جب مشرکین ومرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل ومعصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے''۔ ۴

فتویٰ میں خط کشیدہ عبارت ایک ایسا امر واقعی تھا جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ آزادی کے بعد مسلم جاگیرداروں کی زمینداری ختم کر کے ان کو قلاش بنادیا گیا۔ مگر جہاں ہندو زمین دار تھے ان کو آج تک برقرار رکھا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیکھتے دیکھتے ماحول کی ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ اب تک جو ہندو مسلمانوں کو دیکھ کر آداب

بجالاتے تھے۔ آج وہی ہیں کہ مسلمان ان کو دیکھ کر آداب بجالانے کو کامیابی اور فخر گردانتے ہیں۔ نفسیاتی دباؤ اتنا شدید ہو چکا ہے کہ ایک حقیقت معکوس ہو گئی ہے۔ ان عصری مسائل کا تناظراتی پہلو اس قدر واضح ہے کہ اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ اس مستقبل کے عصری مسائل پر کڑی نظر رکھتے ہوئے آپ نے ''الحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة'' ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تصنیف فرمایا۔ آج مسلمان چیخ رہا ہے کہ ہم کو مساوی حقوق دیے جائیں۔ فوج، پولیس اور سروس میں ہمارا کوٹہ متعین کیا جائے، ہم باعزت شہری ہیں ہم کو وہ تمام مراعات دی جائیں جو کسی جمہوری اور سیکولر ملک کے باشندوں کا حق ہوتی ہیں۔ مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہماری آواز ''صدا بہ صحرا'' ثابت ہو رہی ہے۔ ۴۵ رسال سے چیختے چیختے گلا خشک ہو گیا، آنکھیں پتھرا گئیں، ماحول تربتر ہو گیا۔ لیکن امام احمد رضا کے قلمِ فیض ترجمان کی تحریر آج بھی فی زمانناان مسائل کے متعلق ہادی و راہنما کا کردار ادا کرتی ہے۔

الحجة المؤتمنة میں جن جن امور کی جانب آپ نے اشارہ فرمایا تھا علم لدنی کی منہ بولتی تصویر ثابت ہوا۔ آپ نے حکم شرعی سنایا اور گریز کا راستہ بتایا۔

''موالات مطلقاً ہر کافر، مشرک سے حرام ہے اگر چہ ذمی مطیع اسلام ہو، اگر چہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب (عزیز) ہو'' (الحجة المؤتمنه) ۵

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے افکار ونظریات سے اول اول اتفاق نہیں کیا مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا اور ماضی کے حالات، واقعہ مسجد کانپور، انسدادِ قربانی گاؤ وغیرہ پر جب مولانا نے غور وخوض کیا تو آنکھ کھل گئی اگر چہ اس سے قبل ان مسائلِ شرعیہ میں وہ کانگریس کی نمک خواری کا حق ادا کر رہے تھے۔ مگر امام احمد رضا کے غیر متعصبانہ تعاقب اور صرف اسلامی اقدار سے وابستگی نے ان کو سوچنے پر مجبور کیا تو انہوں نے اپنا توبہ نامہ اخبار ہمدم میں ۱۱ر رمضان المبارک بروز جمعہ ۲۰ رمئی ۱۹۲۰ء کو شائع کرایا۔

''میں نے بہت گناہ دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے کچھ امور قولاً وفعلاً، تقریراً وتحریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لیے کوئی قدوہ نہیں ہے۔ محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری توبہ قبول کر۔ ۶

اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب کے دل کی کشود فرمایا اور امام احمد رضا کے احساسات کو ان کے دل پر جاری فرما دیا تو ان کی بھی آنکھ کھل گئی۔ آج بھی جو لوگ حساس دل رکھتے ہیں وہ آپ کے افکار وخیالات کے پرزور حامی ہیں۔

احساس بڑھا دیتا ہے ہر درد کی شدت
محسوس کرو گے تو کسک اور بڑھے گی

امام احمد رضا موالات کو دو قسموں میں تقسیم فرماتے اور پھر ان میں قوی اور ضعیف کے اعتبار سے حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں جو حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی طرف سے کیا گیا تھا آپ نے موالات پر تفصیلی بحث فرمائی۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''(۱) معاملہ (۲) مُدارات (۳) بِرّ و اِقساط (۴) معاشرت (۵) مداہنت (۶) رکون (۷) وِداد (۸) اتحاد (۹) انقیاد (۱۰) تبتّل۔

ان مدارجِ عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہے اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا انتفاء ملحوظ ہے۔ پہلا بشرط لا کے مرتبہ میں اور دوسرا بشرط...... کے مرتبہ میں۔ موالات کی دو قسمیں ہیں حقیقی وصوری۔ حقیقی کی پانچ قسمیں شروع سے آخر تک یہ مطلقاً ہمیشہ حرام ہیں ہر کافر سے اور ہمیشہ حرام رہے گی اور صوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت

تک۔ ان میں برّ واقساط معاہدین سے جائز، حربی غیر معاہد سے حرام یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرمادیا اور اب ابداً حرام ہے۔ اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی۔ غایت ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا و **دوا لو تدھن فیدھنون**، مگر حالت اکراہ میں اس کی رخصت ہوگی **الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان** اور معاشرت بضرورت ومجبوری جائز ورنہ حرام اور جواز مدارات کے لیے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے۔ یہ اقسام موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے''۔ ۷

امام احمد رضا نے موالات اور معاملات کے دو دھارے متعین فرمائے اور اس پر اٹل رہے۔ لوگوں نے معاملات وموالات کو اپنی اپنی فہم ودانش کے پیش نظر ایک ہی سمجھ رکھا تھا مگر آپ نے تعمق نظری کی طرف لوگوں کے اذہان کو پھیرا۔

اسی طرح قربانی گاؤ کے مسئلے کو بھی ہر سال کورٹ میں چیلنج کیا جاتا ہے۔

کلکتہ کی کورٹ میں اس مسئلے کو مسلسل ایامِ قربانی میں اُٹھایا جارہا ہے اور اس کو بند کرانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ یہ مسئلہ آج سے نہیں بلکہ عہدِ اکبری سے چلا آرہا ہے اور ہر دور میں اس وقت کا عصری مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس طرح بہار میں قربانی کو رکوانے کے لیے ہزاروں کی تعداد میں ہندوؤں نے جمع ہوکر اور اسلحے سے مسلح ہوکر ہزاروں مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا۔ مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانات اس طرح بے دردی سے لوٹا جس کی تفصیل سے کلیجہ منھ کو آرہا ہے۔ عفت مآب خواتین کی بے آبروئی کی گئی، قرآنِ مقدس کو پھاڑ کر اس کی بے حرمتی کی گئی، پانچ عالی شان مسجدیں شہد کردی گئیں وغیرہ وغیرہ۔ ۸ اس قدر حادثات ہونے کے باوجود بھی بعض علما اس تحریک کو ہوا دے رہے تھے۔ اس میں پیش پیش مولانا عبدالحی لکھنوی اور بعض علمائے دیوبند کا نام تھا۔ مولانا عبدالحی سے اس مسئلے پر متعدد مراسلت بھی ہوئی۔ مولانا کا موقف استخفاف کا تھا اور امام احمد رضا کا وجوب کا۔ آپ نے فقہی طرزِ استدلال اختیار فرماکر بڑی تحقیقی اور شستہ بحث قائم کی۔ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں ایک رسالہ ''**انفس الفکر فی قربان البقر**'' کے نام سے آپ نے قوم کے سامنے پیش فرمایا جس میں اس مسئلے پر بصیرت افروز گفتگو کی گئی تھی۔ اور بہت سارے علما نے اس پر اپنی تصدیقات بھی ثبت فرمائیں۔ مگر مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب کا حال تھا کہ

''گاؤ کشی واجب نہیں تارک گنہگار نہ ہوگا'' (**انفس الفکر فی قربان البقر**) ۹

چنانچہ جب یہ غوغائے بے ہنگم امامِ اہلِ سنت کو سنائی پڑا تو آپ نے مولانا لکھنوی کا بھرپور رد کیا اور وہ لوگ جو کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر ان کا ساتھ دے رہے تھے تعاقب فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

''قربانی بے شک شعارِ اسلام ہے **قال اللّٰہ تعالٰی وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ** ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لیے دین الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔ خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی کو اس کا اقرار ہے۔ رسالہ قربانی صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں۔ ''**والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللّٰہ** سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے'' خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ابقا و اجرا بلاشبہ اعظم مہماتِ اسلام سے ہے۔ مکتوبات قبلہ شیخ مجدد صاحب میں ہے ''ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است'' یہاں اس کا باقی رکھنا یقیناً واجب شرعی ہے''۔ ۱۰

اس طرح ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کو مسلم لیگ ضلع رائے بریلی کے جوائنٹ سیکریٹری سید عبدالودود نے ایک استفتاء کیا تھا جس میں انسدادِ قربانی گاؤ کے متعلق ہندوؤں کی انتھک کوششوں کا ذکر تھا۔ ان غیر مسلموں نے ایک درخواست حکومت کو پیش کرنے کے لیے کروڑوں

افراد کے دستخط کے ساتھ تیار کی تھی۔ ایسے گمبھیر ماحول میں امام اہلِ سنت نے استفتاء کا جواب انتہائی بے خوفی سے دیا:

''گائے کی قربانی شعارِ اسلام سے ہے **قال اللّٰہ تعالیٰ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ** اور اونٹ، گائے، بیل ہم نے ان کو کیا تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملے کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے۔ [11]

آج کے پر آشوب دور میں بھی امام احمد رضا کی تحریرات مشعلِ ہدایت کا کام کر رہی ہیں اور جن خطوط کو انہوں نے اپنی بصیرت افروز فکر سے نصف صدی قبل متعین کیا تھا آج کا عصری تقاضا مسلمانوں کے حق میں انہیں خطوط کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اگر ان فرمودات پر اتحاد کے ساتھ عمل کیا جائے تو مسلمانوں کے مسائل یقیناً حل ہو جائیں گے۔

آج کل ہندوستان میں افراطِ زر کا جو مسئلہ کھڑا ہوا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ اسکے زہریلے اثرات سے ہر شہری جاں بلب نظر آ رہا ہے۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور ہمارا ملک تیسری دنیا کے ساتھ کاسۂ گدائی لیے ہوئے کھڑا کسی کی عنایتوں کا انتظار کر رہا ہے۔ یہ امر متفق ہے کہ مہنگائی ہر برائی کی جڑ ہے۔ کرپشن کی شرح میں اضافہ مہنگائی کی دین ہے۔ اس پر آشوب دور میں جب کہ اقتصادیات پر ہندوؤں کا قبضہ ہے اور مسلمان نان شبینہ کے لیے شب و روز پسینہ بہا رہا ہے، پھر بھی سکون کی روٹی میسر نہیں۔ ہر میدان میں مسلمانوں کو کچلا جا رہا ہے اور ان کے حقوق پامال کیے جا رہے ہیں۔ مگر امام احمد رضا نے باہمی اتحاد کا جو درس دیا تھا وہ قومِ مسلم بھولی ہوئی ہے۔ اگر اس اتحاد کو مضبوط کیا گیا ہوتا تو آج یہ صورتِ حال مسلمانوں کے حق میں رونما نہ ہوئی ہوتی۔ بات اقتصادی امور کی ہے۔ امام موصوف نے مسلمانوں کی اقتصادیات کو مستحکم کرنے کے لیے کیا کیا حکمتِ عملی وضع نہ کی اور کیسے کیسے معاشی اصول منضبط نہ فرمائے۔ قوم کی زبوں حالی جو آگے چل کر متوقع تھی اس کے خطرات کی گھنٹی کی آواز امام کے حس سماع سے پچاسوں سال پہلے ٹکرا چکی تھی اور قوم کا درد انہیں کروٹ کروٹ بے چین کیے ہوئے تھا۔ آپ نے ایک ایسا اصول قوم کو بخشا جس پر عمل کر کے اپنی قوم بھی فارغ البال بن سکتی تھی۔ ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' اسی کی ایک کڑی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو خوشحال زندگی گزارنے کے اصول بتائے گئے تھے۔ مگر لوگوں نے کسی مجذوب کی بڑ سمجھ کر اس پر کان نہیں دھرا نتیجہ آج نظروں کے سامنے ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا چاہا کیونکہ اس میں مضمر اقتصادی کامیابی کا راز آپ کی نظروں میں تھا۔ اس لیے آپ گورنمنٹ کی سروس کے بجائے تجارت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہ رہے تھے۔ آج تجارت کی منڈی پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ مسلمانوں کے سرمایہ سے ہندو تجارت میں ترقی حاصل کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ملک کے نظامِ معیشت پر قابض ہیں۔ محنت ہماری، مشقت ہماری، خون پسینہ ہمارا بہہ رہا ہے اور زندگی کا خوشگوار ذائقہ ان کو حاصل ہو رہا ہے۔ جب کہ تلخیوں کے گھونٹ ہم کو پینے پڑ رہے ہیں۔ اگر آج مسلمان تجارت کے میدان میں اتر پڑے تو کوئی بعید نہیں کہ کل ملک کی معاشی نکیل ہمارے ہاتھ میں ہو۔ آپ نے معاشی اصول بتائے۔

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں۔ تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔

(۲) ممبئی، کولکاتہ، رنگون، مدارس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بنک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علمِ دین کی ترویج و اشاعت کریں۔ (تلخیص از تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح) [12]

اقتصادی امور سے متعلق آپ نے مذکورہ بالا چار اصول متعین فرمائے۔ یہ تلخیص تھی تفصیل آگے آتی ہے۔ ان چاروں میں آج کے

عہد کی پوری جھلک موجود ہے۔ اور مسلمانوں کے آئے دن کے مسائل جن سے وہ دو چار ہیں ہر ایک کا جواب شافی بدرجۂ اتم موجود ہے۔

فصل اول میں تفصیل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اولاً: باستثنا ان معدّد باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپے اسٹامپ اور وکالت میں گھسے جاتے ہیں۔ گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے"۔ ۱۳

آج مسلمان مذکورہ بالا ارشاد سے انچ بھر ہٹا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔ جتنے مضمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ سب کے سب قوم مسلم کا وطیرہ ہیں۔ دور جانے کی بات نہیں ابھی چند سال قبل "شاہ بانو کیس" نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کروڑوں روپے اس طوفان میں پانی کی طرح بہہ گئے، مسلم پرسنل لا میں قبیح ترمیمات کی گئیں مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوا۔ ہمارے عائلی قوانین میں گھس پیٹ کی گئی اور ہمارے مذہبی اصول کو للکارا گیا۔ کیا کیا نہ ہوا؟ ایک طوفان تھا جس کے رحم و کرم پر مسلمان ہچکولے کھا رہا تھا۔ مگر امام احمد رضا کے اصولوں پر عمل نہ کیا گیا۔ اگر اس کو معمول بنایا گیا ہوتا تو نہ ہمارا تشخص مجروح ہوتا، نہ ہمارے قانون کو سرِ راہ رسوا کیا گیا ہوتا نہ ہماری ساکھ کمزور ہوئی ہوتی۔ ہم ہندوستان میں اقلیتی طبقات میں سب سے بڑی اکثریت میں ہیں۔ کوئی بیس پچیس کروڑ کے قریب مگر ہمارا داخلی انتشار ہمیں ڈبو رہا ہے۔ آج بھی کتنے مقدمات کورٹ میں درج کرائے جاتے ہیں اور باہمی مخاصمت کا زہریلا اثر مسلمانوں کو سبوتاژ کر رہا ہے۔ اور کورٹ کی کرسیوں پر براجمان وکلا اس کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی کی گھڑنت کر کے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں"۔ ۱۴

معاشی نقطۂ نظر سے یہ دفع اتنی قوت کی حامل ہے جس کا تصور آج سے چند سال قبل تک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کو اگر وسعت دی جائے تو یہ ملکی اور فردی دونوں تصورات کی حامل ہے۔ یقیناً سرمایے کی رولنگ مسلمانوں میں اگر رہے گی تو اس کا منافع بھی مسلمانوں کے پاس رہے گا اور راس المال بھی۔ مگر ہوتا کیا ہے کہ ہم غفلت میں منافع اور راس المال دونوں غیروں کی جھولی میں ڈال کر چلے آتے ہیں پھر اپنی قسمت کا رونا روتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ اگر ملکی پیمانے پر اس کو وسعت دی جائے تو ملک میں افراطِ زر اور مہنگائی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ درآمدات و برآمدات کے عدم توازن ہی کی وجہ سے کسی ملک کی اکنامیکل پوزیشن بگڑتی ہے۔ جب ملک میں خود صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ ہوگا تو امپورٹ کرنے کی ضرورت ہی کیوں پڑے گی۔ پھر ملک کا اثاثہ ملک کے بنیادی وسائل میں صرف ہوگا۔ اقتصادیات کے وزیر کو چاہیے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی اس دفعہ کو ملک کے آئین (Constitution) میں داخل کرلیا جائے۔ تو افراطِ زر کا مسئلہ جس کے لیے آئے دن ہنگامہ ہوتا ہے پر قابو پالیا جائے گا۔

ثالثاً: ممبئی، کولکاتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے۔ سود شرع نے حرامِ قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصل ہے اور اسی کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں چھپ چکا ہے"۔ ۱۵

بنک کار کا نظام کسی بھی قوت کی ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ آج عالمی منڈی پر نظر ڈالیے تو ایک طرف اقتصادیات پر اور دوسری طرف بنکنگ امور پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ اسرائیل

ایک چھوٹا سا ملک تمام عالمِ اسلام کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔ کیونکہ اقتصادیات کی بنیاد ہی بنکنگ کے نظام کے محور پر گردش کرتی ہے۔ اس دفع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوتے جدید علمِ معاشیات کے ماہر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ

''یہ نکتہ معاشی نقطۂ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خاں کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بنک قائم تھے۔ جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ برصغیر میں ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بنک موجود نہیں تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بنک اور بنکوں کی اہمیت کا اندازہ لگالینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی۔ اور انہوں نے مالدار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے بنک قائم کریں''۔ ۱۶

چنانچہ آپ کی اس صدائے بازگشت کے کوئی ۳۵ سال بعد ۱۹۴۷ء میں کلکتہ کے اندر سردار آدم جی داؤد اور مرزا احمد اصفہانی جیسے سرمایہ داروں کے ذریعہ ایک مسلم کمرشل بنک قائم کیا گیا۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی کم نصیبی کہ تقسیم ملک کے وقت وہ بنک پاکستان منتقل ہوگیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ ہندوستان کا مسلمان کل بھی تنگ دامانی کا شکار تھا اور آج بھی ہے۔ اس وقت بین الاقوامی کرنسی کے روپ میں جو سکہ رائج الوقت ہے اور زرِ مبادلہ کا کلیدی درجہ رکھتا ہے وہ امریکی ڈالر ہے۔ چونکہ امریکہ نے نظامِ بنک کو سمجھا اور اس پر اس کی گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی جس کا اثر یہ ہوا کہ دنیا کے کسی گوشے میں انسان ہو مگر بین الاقوامی تجارت کے لیے اس کو ڈالر کا محتاج رہنا ہی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ سرمایے کی تکنیکی صلاحیت کا وہ جوہر ہے جو آپ کی پونجی پر خود تو رواں دواں ہے مگر آپ کو لاش بنائے ہوئے ہے۔ ابھی زیادہ دن کی بات نہیں ۹۰ھ میں پاکستان کی مدد امریکہ کے ذریعہ بند کردی گئی تو پاکستان کے لینے کے دینے پڑ گئے ہیں اور دفاع کا محکمہ اتھل پتھل سے گزر رہا ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان میں مسلم آبادی کا تناسب کیا تھا پتہ نہیں مگر آج کل جب کہ اس کی شرح بیس سے پچیس کروڑ کے درمیان ہوگئی جو بعض ممالک کی مجملہ شرح آبادی سے بھی زیادہ ہے مگر اب تک ہمارا کوئی بنک موجود نہیں جس سے ہماری لین دین ہوتی۔ ہم مجبور ہیں کہ اپنا کمایا ہوا سرمایہ حکومت کے بنکوں کے سپرد کردیں اور اس کے فائدے سے ہندوئیت فروغ پاتی رہے۔

یہ وہ عصری مسائل ہیں جن کو ہر دور میں حساس ذہن محسوس کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن موجودہ صورتِ حال میں امام احمد رضا کی روح مسلمانوں سے ان کے مستقبل کے بارے میں آج بھی استفسار کررہی ہے۔ اگر گوشِ ساعت ہو تو کان لگا کر ان کی تربتِ ناز سے یہ آواز سنی جاسکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس بے چہرہ ماحول میں ہر شخص آپ کے اصولوں کو حرزِ جاں بنائے تا کہ ہندوستان میں مسلمان اپنی ساکھ بحال کرسکے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم، وہ دینِ متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگِ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نانِ شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا۔ اور اس کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہِ ذلت میں گرایا۔ **فانا للہ وانا الیہ راجعون. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔** ۱۷

آخری بحث میں انہوں نے مذکورہ بالا تینوں دفعات کا نچوڑ رکھ دیا ہے کہ مسلمانوں کی اصل ترقی مذہبی لگاؤ، دین سے پیار اور خدا و رسول (جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سچی عقیدت ہے۔ کیونکہ یہی مدارِ جان و ایمان ہیں۔ اور نظامِ کائنات کی ساری توانائیاں انہیں کی مرہونِ منت اور وحدت واتحاد کی اکائیاں انہیں ذاتوں پر مجتمع ہوتی ہیں۔ جن سے اقتصادیات، معاشیات، سماجیات اور دیگر حوائج زندگی کا

ارتباط ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ہم ان مشاہدات کو فقط ماضی کا قصہ پارینہ کہہ کر اپنا دامن نہیں چھڑا سکتے۔ بلکہ عصرِ حاضر کے مسائل کے تلخ گھونٹ کی جرعہ آشائیاں سمجھتے ہوئے پیتا بھی ہے۔

آج کل لسانی امور پر بڑی بحث و تمحیص ہوتی ہے۔ لسانیات میں ایک اہم مسئلہ انگریزی زبان کا ہے۔ بعض لوگ اس کو نہ صرف معیوب بلکہ ناجائز و حرام تک سمجھتے ہیں۔ مگر عصرِ حاضر میں اس کی افادیت سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دور اپنے عہد کا متقاضی ہوتا ہے۔ اگر آج اس کے عدم جواز اور حرمت کا فتویٰ دے دیا جائے تو اسلامی تبلیغ کا شدید نقصان ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک بین الاقوامی رابطے کی زبان ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس پر بھی ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جس سے قومِ مسلم کو تنگ دست اور مفلوک الحال بنایا جاسکے۔ آپ میزانِ شریعت میں ہر قول و عمل کو تولتے تھے جو اس پر کھرا اُترتا وہ معمولِ مسلماناں ہوتا۔ ورنہ اسے کالعدم قرار دے دیا جاتا۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب آیئے اس سلسلے میں امامِ موصوف کا ایک گراں قدر فتویٰ ملاحظہ کیا جائے جو ۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو بنگال کے ایک طالب علم نے استفتاء کیا تھا کہ کیا مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام موصوف نے جواب میں مسئلے کو واضح فرمایا ہے کہ کہ اس نکتے کو اس دور میں تبلیغِ اسلام کی اساس بنایا جاسکتا ہے فرماتے ہیں کہ:

''ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے''۔ [۱۸]

ہزاروں ہزاروں تو ہمات کا جواب ہوگیا۔ یہ چند جملے خلاصۂ دفاتر ہیں۔ اس کو ایک شرط پر مشروط رکھا گیا ہے۔ اور شرط کا توسع نہ صرف انگریزی زبان کو محیط ہے بلکہ دنیا کی ہر زبان اس کے دائرۂ عمل میں آئی۔ اگر یہ شرط مفقود ہو تو قباحت مرتفع ہوجاتی ہے۔ پھر انگریزی زبان کے تعلیم و تعلم پر نہ کوئی غیر جوازی حکم رہا نہ تو اس کی حرمت پر کوئی دلیل۔ اب اس دور میں تبلیغ کے لیے جو زبان عالمی پیمانے پر سب سے زیادہ مؤثر اور کارآمد ہے وہ یقیناً انگریزی ہی ہے تو اس سے بیش از بیش اسلام کی خدمات کی جائیں۔

عصرِ حاضر کا ایک سلگتا ہوا اہم مسئلہ غیر شرعی جہیز کا ہے۔ جس کی زد میں آکر کتنی بچیاں موت کی بھینٹ چڑھا دی جاتی ہیں۔ یقیناً غیر شرعی جہیز ایک ایسا ناسور ہے جس سے نہ صرف ہندوستان بلکہ پورا برصغیر متاثر ہے۔ ایک بات واضح کرتا چلوں آج کل کچھ لوگ مطلق جہیز کو سماج کی لعنت گردانتے ہیں اس سلسلے میں لمبے چوڑے مضمون لکھتے ہیں۔ ریلیاں نکالی جاتی ہیں، مظاہرے معلوم ہونا چاہیے کہ یوں بلا قید و شرط جہیز کو لعنت گردانا شرعی طور پر کسی بھی صورت جائز نہیں۔ کیونکہ جہیز سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اور کسی بھی سنت کو لعنت کہنا بھی درست نہیں بلکہ گمراہی ہوگا۔ امام احمد رضا سے اسی نوع کا ایک استفتاء کیا گیا تھا جس میں عصرِ حاضر کی پوری عکاسی موجود ہے۔ سوال و جواب دونوں درج ذیل ہیں۔

**سوال:** اب ادھر چند برسوں سے مسلمانوں میں یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکوں کی شادی طے کرتے وقت جہیز کی مقدار معین مانگتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ دس ہزار نقد لیں گے اور موٹر سائیکل لیں گے اور گھڑی لیں گے۔ اگر لڑکی والے اس کو منظور کرتے ہیں تو شادی طے ہوتی ہے ورنہ کینسل کر دیتے ہیں۔ طے ہونے کے بعد اگر لڑکی والے ان مقررہ جہیز میں کچھ بھی کم دیتے ہیں تو اس کے لیے جھگڑا کھڑا کرتے ہیں، بدنام کرتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ بارات تک واپس ہوجاتی ہے۔ اور اگر لڑکی سسرال گئی تو اسے زندگی بھر طعنہ دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی بٹھا دیتے ہیں کہ جب تک فلاں فلاں چیز جو مقررہ جہیز میں سے اب تک نہیں ملی ہے، ملے گی نہیں ہم تم کو نہیں رکھیں گے۔ کیا شرعاً جائز ہے؟

**جواب:** جہیز کی مقدار طے کرنا، بلکہ مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی طے کرتے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز

کا مطالبہ کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے اور یہ رشوت مانگنا ہے۔ جو مال لیا مالِ حرام لیا، رشوت لیا، فرض ہے کہ اسے واپس کرے۔ اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔

شامی کتاب الہبہ میں ہے جعلتِ المال علی نفسھا عوضا عن النکاح وفی النکاح العوض ولا یکون علی المرأۃ ۔عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے وہ باطل، نکاح میں عوض عورت پر نہیں۔ عورت دے یا اس کے ماں باپ بھائی دیں سب ایک حکم میں ہیں۔ کتبِ فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم، ۳۸۷۔۳۸۶) ۱۹

''مشتی از نمونہ خروارے'' میں نے چند عصری مسائل پر روشنی ڈال دی ہے ورنہ امام اہلِ سنت کی تصنیفات زاہرہ وکتب قاہرہ میں زندگی کے جا کتنے مسائل خورشید نصف النہار کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ ایک چوتھائی صدی گزرتے گزرتے بہت سارے نئے مسائل جنم لے لیتے ہیں اور کتنے مسائل کا رخ بدل جاتا ہے۔ چنانچہ جدید میڈیکل سائنس کی ترقی نے بہت سارے مسائل کو جنم دیا ہے۔ اعضا کی پیوند کاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، بلد بنک کا سسٹم (یعنی غیر کا خون کسی دوسرے کے بدن میں چڑھانا) ٹی وی پر رویتِ ہلال کی شہادت وغیرہ یقیناً امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی فکری بصارت کے دائرۂ عمل سے یہ نہ بچ پاتے۔ اگر ان کا ظہور کہیں ان کے زمانے میں ہوا ہوتا۔ میں نے اس مقالے میں ان مسائل سے بحث کی ہے جو اس وقت مسلم سماج کے لیے سوہان روح بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں جو میں نے تقسیم کی ہے اس کے مندرجات کے ہر گوشے کو امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمۃ نے سیراب کیا ہے اور کسی بھی بحث کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ وہ خدائے قدیر کی ایک روشن دلیل تھے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

# حواشی

۱۔ انوار رضا، ص ۴۶۵، مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور،
۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳،
۳۔ انوار رضا، ص ۴۵۷،
۴۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳،
۵۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں، ص ۱۹۰،
۶۔ مکتوباتِ امام احمد رضا، ص ۱۹۲،
۷۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ ص ۱۱۰،
۸۔ اندھیرے سے اجالے تک، ص ۱۹۷،
۹۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں ص ۱۷۲،
۱۰۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۶، ص ۱۸،
۱۱۔ اندھیرے سے اجالے تک ص ۱۹۹،
۱۲۔ انوار رضا، ص ۶۹۰،
۱۳۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں ص ۹۸،
۱۴۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں، ص ۱۹۹،
۱۵۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں، ص ۱۹۹،
۱۶۔ انوار رضا، ص ۶۹۴،
۱۷۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں، ص ۲۰۰،
۱۸۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۶، ص ۲۴،
۱۹۔ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، ص ۵۴۵۔

# معارفِ سخنِ رضا

(میرزا امجد رازی)

ایک ادب تو وہ ہے جو اخلاقِ حسنہ اور اوصافِ محمودہ سے عبارت ہے جسے اہلِ ادب ''ادبِ طبعی و نفسی'' کہتے ہیں اور ایک ادب وہ ہے جسے تاجِ کرامت سے آراستہ کیا گیا ذی نطق پتلا درس و حفظ اور غور و فکر سے حاصل کرتا ہے اور ایسے ادب کو طبقہ ہائے ادباء ادبِ کسبی کے نام سے یاد کرتے ہیں!

اسی ادب کے سمندر میں ایک ادیب فصاحت و بلاغت کی کشتی میں بیٹھ کر تخیلات کے چپوؤں کے ساتھ اس کے دونوں کناروں (نظم و نثر) کو پار کرتا ہے۔۔۔اب اظہارِ خیالات کے لیے یا تو وہ عبارات کا محتاج ہوگا یا اشارات کا، بہر حال قیودات و مصطلحات کے بغیر منزل تک رسائی ممکن نہیں۔

جہاں تک ترجیح کی بات ہے تو اظہارِ خیالات کا بہترین ذریعہ عبارات ہی ہیں جس کے ساتھ، ادب کا تعلق استوار کیا جاتا ہے رہی تعلق کی بات تو تعلق یا تو نظم کی صورت میں ہوگا یا پھر نثر کی صورت میں، اب اس ارتباطِ تعلق کے لیے تخیلات ایک امرِ لازم ہیں جسے جماعتِ مناطقہ قیاسِ شعری سے تعبیر کرتی ہے یعنی کلام ایسے خیالی قضیوں کے امتزاج سے مملو ہو جو نفس کو نشاط و اضطراب کی کیفیتِ عجیبہ سے جوڑ دیں خواہ وہ قضایا صدق و کذب اور ممکنات و غیرِ ممکنات کے مجسمے ہوں الغرض کیسے بھی ہوں نفس ان سے ترہیب و ترغیب کا اثر قبول کرے!

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ وہ قضیہ ہائے تخیلات عجیب و غریب استعارے اور دلکش و نادر تشبیہات و تمثیلات پر مشتمل ہوں جن کے باعث نفس نشترِ تاثیر سے حرکت میں آجائے اور دلوں کے اندر مسرت و شادمانی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگے یا پھر رنج و غم کا کوہِ آتش فشاں پھٹ پڑے اور آنکھیں سرشک آباد بن جائیں۔

البتہ یہ بات حقیقت ہے کہ کلامِ شعری فی نفسہٖ مؤثر فی النفوس تو ہوتا ہی ہے لیکن اگر اس کے اندر فصاحت و بلاغت کے چھپے موتی بھی نظر آنے لگیں تو انسان جہانِ ادب کی غیر معمولی فضاؤں میں سانس لینے لگتا ہے اور اگر بات ہو جہانِ رضا کی تو انسان معارفِ کیفیاتِ سخن میں فنا ہو جاتا ہے۔ ذوق ختم نہیں ہوتا اور خاکِ تخیلات کا غبار ذہنِ انسانی کی نمی سے جم جاتا ہے اور بالآخر اس سے عظمتِ رضا کے پودے اُگنے لگتے ہیں جن کے پھولوں کی مہک سے روحِ انسانی لباسِ تطہیر زیب تن کرتی ہے۔ اب اگرچہ وہ کیفیاتِ سخنِ رضا صنائع لفظی کی صورت میں ہوں یا بدائع معنوی کی صورت میں اثر دونوں کا ایک جیسا ہے۔

اس اثر کی کیفیت سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہم صرف بدائع معنوی کے سمندر سے ایک قطرہ (بنامِ طباق) پئیں گے کہ جس سے وجودِ ادب کی تشنگی دور ہو جائے گی۔

بزمِ بلغا میں اس صنعتِ طباق کو مطابقت، تضاد، اور تکافو وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب اس کا چرچا اہلِ لغت میں پہنچا تو انہوں نے مطابقت کا معنیٰ موافقت کیا۔ علامہ قزوینی کی لشکری نگاہ اس

پر پڑی تو کہنے لگے کہ مطابقت ماخوذ ہے طابق الفرس سے ای وضع رجلہ مکان یدہ یعنی گھوڑا جب دوڑتا ہے تو اپنے اگلے قدم جہاں رکھتا ہے پچھلے قدم بھی وہیں رکھتا ہے، سبع معلقات میں امراء القیس کے قصیدے کو پڑھیں تو یہی مضمون وہ ان الفاظ کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

وارخاسر حان و تقریب تنفل اپنے گھوڑے کی تعریف کرتا ہوا کہتا ہے کہ میرے گھوڑے کا دوڑنا بھیڑیے جیسا ہے اور تقریب (یعنی جہاں اگلے قدم رکھے جائیں وہیں پچھلے قدم رکھے جائیں) لومڑی جیسی ہے۔ علامہ ثعالبی فقہ اللغۃ میں دوڑنے کی بترتیب یہ اقسام ذکر کرتے ہیں:

۱۔خنجب ۲۔تقریب ۳۔امجاج ۴۔احضار ۵۔ارخاء ۶۔اہذاب ۷۔اہماج

بہر حال اہلِ ذوق وسخن کے ہاں صنعتِ طباق کو وجوہِ تحسین سے ہونا محض قوتِ ذوقیہ ہی سے معلوم ہوگا۔

جب وجودِ طباق کو اصطلاحِ بلغاء سے نہلایا گیا تو اہلِ سخن اسے اس تعریف سے یاد کرنے لگے کہ دو ایسے معنیٰ جو فی الجملہ متقابل ہوں ان دونوں کو ایک کلام میں جمع کر دینا مطابقت کہلاتا ہے اور تقابل یہ ہے کہ دو چیزیں ایک جہت سے نہ ہوسکیں یعنی یہ چیزیں یا تو وجودی ہوں گی کہ ان دونوں کا ایک دوسرے پر تعقّل موقوف نہ ہوگا اور آپس میں اختلاف کا رخ عرش کی چوکھٹ کو چُھو رہا ہوگا۔

جیسے سیاہی اور سفیدی یا دونوں چیزیں وجودی تو ہوں گی مگر ان کا ایک دوسرے پر تعقّل موقوف ہوگا جیسے باپ اور بیٹا یا پھر ان دونوں میں سے ایک چیز وجودی ہوگی اور دوسری چیز عدمی ہوگی اور عدمی میں یہ صلاحیت موجود نہ ہوگی کہ وہ وجودی کا محل بن سکے جیسا کہ عمٰی اور بصر کوئی دیوار کو عمٰی نہیں کہہ سکتا کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ اس دیوار میں بصر ہونے کی صلاحیت موجود نہیں ہے یا پھر عکس ہوگا یعنی ایک وجودی ہوگی اور دوسری چیز عدمی ہوگی اور عدمی میں یہ صلاحیت موجود نہ ہوگی کہ اسے پہلوئے وجودی میں جگہ دی جائے جیسے انسان اور لا انسان اب جب آپ نے تقابل کو سمجھ لیا کہ تقابل کسے کہتے ہیں تو آیئے صنعتِ طباق کی ان دو اقسام کی طرف جو حلقۂ اہلِ سخن میں معروف ہیں۔

۱۔ طباقِ ایجابی ۲۔ طباقِ سلبی

## ۱۔ طباقِ ایجابی

طباق ایجابی یہ ہے کہ کلام میں متضاد الفاظ کے ساتھ حرفِ نفی لاحق نہ ہو جیسے آیا اور گیا۔ مولوی نجم الغنی نجمی رامپوری صاحب فرماتے ہیں کہ ان میں طباق کی تفہیم کے لیے نفی و اثبات کی حاجت نہیں ان کا باہمی اور واضح اختلاف خود تفہیمِ طباق کے لیے کافی ہے اب چاہے تضاد دو حرفوں میں ہو یا دو فعلوں میں ہو یا تضاد ایک اسم اور ایک فعل میں ہو بہر حال طباق میں ہی شمار کیا جائے گا اب آیئے ان کی مثالوں کی طرف۔

دو حرف ہوں یعنی ان دونوں کی جہتیں مختلف ہوں جیسے اس آیۂ مبارکہ میں

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

ترجمہ کنز الایمان: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو بُرائی کمائی۔ (البقرہ آیت ۲۸۶)

اب لام میں انتفاع والا معنیٰ ہے اور علیٰ میں تضرر والا معنیٰ ہے اور یہ دونوں معنیٰ متقابل ہیں اور لام و علیٰ دونوں کو حرفوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

ایسے ہی سودا کا یہ شعر طباق بالحروف میں ہے ۔

یہ غزل سودا کہی ہے تو نے اس انداز سے
ہند سے پہنچے گی ہاتھوں ہاتھ نیشا پور تک

اس شعر میں مصرع ثانی کے اندر حرف **سے** اور حرف **تک** میں طباق ہے آیئے طباق بالحروف میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر بطورِ مثال دیکھیے ۔

نامِ حق پر کرے محبوب دل و جان قربان
حق کرے عرش سے تا فرش نثارِ عارض

اس شعر میں مصرع ثانی کے حشو میں حرف **سے** اور حرف **تا** (**تک**) میں طباق ہے اس لیے کہ حرف **سے** یہ عربی میں مِنْ کا معنیٰ دیتا ہے جو ابتدائے غایت کے لیے آتا ہے اور حرف **تا** (**تک**) عربی میں اِلیٰ کا معنیٰ دیتا ہے جو انتہائے غایت کے لیے آتا ہے جیسا کہ دونوں کی مثال میں متنبی کا یہ شعر دیکھیں۔

یدبر الملک مِنْ مصر الیٰ عدن
الی العراق فارض الروم فالنوب

یعنی وہ ممدوح ملکِ مصر سے عدن تک پھر ملکِ عراق سے روم اور نوبہ تک کے نظامِ سلطنت کا نظم و نسق کرتا ہے اس شعر کے مصرع اول میں حرف مِنْ (سے) اور حرف اِلیٰ (تک) میں طباق ہے۔

دونوں اسم ہوں جیسے یہ آیتِ مبارکہ **وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ**

ترجمہ کنزالایمان: اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں (الکھف آیت: ۱۸) اس آیتِ مبارکہ میں لفظِ رقود راقد کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے سونے والے لوگ اور ایقاظ یقظان کی جمع ہے، جس کا معنیٰ ہے جاگنے والے لوگ۔ اب یہ دونوں لفظ باعتبارِ جہاتِ معنیٰ متقابل ہیں اور یہی طباق ہے۔ ایسے ہی رشک کا یہ شعر

زہر پائیں تم نے آنکھیں قند پائے تم نے ہونٹ
نرم پائے سارے اعضا سخت پائیں چھاتیاں

اس شعر کے اندر لفظِ زہر کے مقابل قند ہے اور آنکھیں کے مقابل ہونٹ اور یہی طباق ہے آیئے اسی صنعت میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر میں بطورِ مثال دیکھیے ۔

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

اس شعر کے اندر دوستوں اور دشمنوں کے اندر تقابل ہے ایسے ہی پھول اور خار میں تقابل ہے اور ایسے ہی (ہم) اور (تم) میں کہ ضمائر مخاطب و متکلم ہیں اور ضمائر اسماء کے درجے میں ہوتی ہیں۔

دونوں فعل ہوں جیسے یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ

اب یحیی ویمیت کی ذات میں اگر چہ احیاء و اماتت کا اجتماع ہوسکتا ہے لیکن ان کے متعلق احیا و موت کے درمیان تقابل تضاد متحقق ہے یا عدم و ملکہ لہٰذا یہ بوجہِ تنافی اعتباری کے آپس میں متقابل ہیں اور دونوں ایک کلام میں جمع ہیں ایسے ہی عزت کا یہ شعر۔

ضعف سے ہر رگِ تن میرا ہو تارِ بستر
کیونکہ بستر پہ وہ بیمار اُٹھے اور بیٹھے

اس شعر میں لفظ اٹھے اور بیٹھے اگر چہ فعلِ ماضی سے تعلق رکھتے ہیں مگر اس وقت تلازماتِ شعری کے اعتبار سے یہاں معنیٰ مستقبل میں ہیں اور اُٹھنے، بیٹھنے دونوں میں تقابلِ تضاد ہے آیئے اس صنعت میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر بطورِ مثال دیکھیے ۔

بیٹھتے اُٹھتے مدد کے واسطے

یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

اس شعر کے اندر بھی بیٹھتے اور اُٹھتے میں تضاد ہے اور دونوں فعلِ حال ہیں۔ ایک اسم اور ایک فعل ہو طباق کی یہ قسم اس طور پر ہے کہ کسی کلام میں دو لفظ اس طرح آئیں کہ ان دونوں میں ایک اسم ہو تو دوسرا فعل جیسے عبدالحکیم بسمل ہوشیار پوری کا یہ شعر ۔

گھٹنے سے بڑھ گیا ہے اور اقتداء تیرا

مقصد زوال سے تھا رتبہ ترا بڑھانا

اس شعر کے مصرعِ اول میں لفظ 'گھٹنے' اسم ہے کیونکہ مصدر ہے اور 'بڑھ گیا' فعلِ ماضی ہے۔ اور دونوں میں تقابلِ تضاد خوب واضح ہے ایسے ہی قرآنِ عظیم کی یہ آیتِ مبارکہ

**اومن کان میتاً فاحییناہO**

ترجمہ کنزالایمان: اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا (الانعام آیت: ۱۲۲)

اس آیتِ کریمہ میں لفظ احیاء سے معنیٔ حیات کا اعتبار کیا گیا ہے میتاً پر نوعِ اسم سے اور احیاء پر نوعِ فعل سے دلالت کی گئی ہے اور حیات و موت دونوں میں تقابلِ تضاد ہے۔ آیئے اس صنعت میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر بطورِ مثال دیکھیے!

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

اس شعر کے مصرعِ ثانی میں لفظِ (گھٹائیں) فعل ہے اور لفظ (بڑھانا) اسم ہے کیونکہ یہ مصدرِ متعدی ہے اور مصدرِ متعدی اسم ہوتا ہے اور دونوں میں طباق خوب واضح ہے۔

## ۲۔ طباقِ سلبی

اہلِ بلاغت طباقِ سلب کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ کلام میں ایک ہی مصدر کے دو فعلوں کو جمع کر دیا جائے ان میں سے ایک مثبت ہو تو دوسرا منفی ہو جیسے مومن کے اس شعر میں ۔

بات اپنی وہاں نہ جمنے دی

اپنے نقشے جمائے لوگوں نے

اس شعر میں (نہ جمنے دی) اور 'جمائے' ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں مگر ایک کے معنیٰ میں اثبات ہے اور دوسرے کے معنیٰ میں نفی۔ ایسے ہی یہ آیتِ کریمہ اسی صنعت میں ہے۔

**وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ O يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا**

ترجمہ کنزالایمان: لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی (الروم: آیت ۷۔۶)

اس آیتِ مبارکہ میں **لا یعلمون** اور **یعلمون** اثبات و نفی کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک ہی مصدر سے ہیں۔ آیئے اسی صنعت میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر بطورِ مثال دیکھیے۔

مٹ گئے مٹ جائیں گے، اعداء تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس شعر کے اندر (مٹ گئے)، اور 'مٹا' دونوں مصدر مٹنا سے مشتق ہیں اور دونوں اثبات و نفی کے ساتھ ہیں یاد رہے کہ طباقِ سلبی میں اثبات و نفی کے علاوہ امر و نہی وغیرہ بھی آتے ہیں مگر ہم اثبات و نفی پر ہی اکتفا کرتے ہوئے جادۂ تحریر پر اشہبِ قلم کو منزل کی جانب رواں دواں رکھتے ہیں۔

## صنعتِ تذبیج

اہلِ لغت کہتے ہیں کہ تذبیج ماخوذ ہے ذَبَّجَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ سے یعنی بارش نے زمین کو مزیّن کردیا اَیْ زَیَّنَھَا بِاَلْوَانِ النَّبَاتِ گروہِ بلغاء میں صنعتِ تذبیج کی تفسیر کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ کسی معنیٰ یعنی مدحِ ممدوح وغیرہ میں رنگ ذکر کیے جائیں اب یہ رنگ ذکر کرنا یا تو کنایہ کے طور پر ہوگا یا پھر توریہ کے ارادے سے یعنی وہاں حقیقی معنیٰ مراد نہ ہوں گے بلکہ اس کا لازم مراد ہوگا۔ رہی توریہ کی بات تو اس سے اہلِ بلاغت یہ مراد لیتے ہیں کہ معنیِ قریبی کو چھوڑ دیا جائے اور معنیِ بعیدی کو مراد لیا جائے۔ اب اس صنعت میں یہ شرط مفقود ہے کہ رنگ کتنے ہونے چاہییں۔ بس ایک سے زیادہ رنگوں کا ہونا شرط ہے جو باہم تقابل رکھتے ہوں جیسے امیؔر کا یہ شعر۔

مثلِ گل احباب تیرے اس چمن میں سُرخ رو
روئے دشمن زرد یا رب صورتِ بادِ خزاں

اس شعر کے اندر دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ۱۔ سرخ، ۲۔ زرد، ان دونوں کے اندر طباق ہے اور مقصود ان میں بطورِ کنایہ کے حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ سرخ رو ہونا کنایہ ہے عزت وآبرو اور حرمت حاصل کرنے سے اور زرد رو ہونا کنایہ ہے مغموم اور پژمردہ ہونے سے۔ ایسے ہی ابوتمام کا یہ شعر اس صنعت میں ہے۔

تردی ثیاب الموت حمرا فما اتی
لھا الیل الا وھی من سندس خضر

اس مجاہد نے آبِ ارغوانی سے لت پت موت کا سرخ لباس پہن لیا اور اس پر ابھی ایک رات بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ وہ لباس جنتی سبز ریشمی لباس سے تبدیل ہوگیا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس قتیلِ راہِ حق نے آبِ احمریں سے تر بہ تر کپڑے زیب تن کیے یعنی وہ شہید ہوگیا تو اس کا یومِ شہادت ابھی کنارۂ شمس کی غربت سے نہ ملا تھا کہ وہ لباسِ ارغوانی جنت کے سبز ریشمی کپڑوں سے تبدیل کردیا گیا اب اس شعر کے اندر سرخ رنگ اور سبز رنگ کو جمع کردیا گیا ہے اور یہ اجتماع بطورِ کنایہ ہے۔ آیئے اسی صنعت میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر بطورِ مثال دیکھیے۔

سر سبز وصل یہ ہے، سیاہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

فرماتے ہیں کہ گنبدِ خضریٰ سبز لباس میں ملبوس دلہن کی طرح ہے اور سبز لباس علامتِ وصل ہے اور بیت اللہ نے سیاہ لباس پہنا ہوا ہے جو ہجر وفراق کی حالت کو ظاہر کرتا ہے تو دونوں دلہنوں کے دوپٹوں نے ان کے دل کی کیفیت کو ظاہر کردیا ہے کہ روضۂ انور محبوب کو پاکر خوشیاں منا رہا ہے اور بیت اللہ محبوب کی جدائی میں عالمِ سوگ کی کیفیت سے دوچار ہے۔

اس شعر میں بھی دو مختلف رنگوں کو بطورِ کنایہ استعمال کیا گیا ہے جو قسمِ طباق سے ہیں۔

## صنعتِ مقابلہ

سکانِ عرشِ بلاغت کے ہاں تخلیقِ اجسامِ طباق میں ایک وجود مقابلہ کے نام سے بھی پایا جاتا ہے۔ اہلِ بلاغت کے ہاں اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کلام میں اوّلاً دو یا دو سے زیادہ معنوں کو بیان کیا جائے پھر ان کے مقابل کو بھی بترتیب ذکر کیا جائے۔ جیسے اسیؔر کا یہ شعر اس صنعت میں ہے

رات گزری دن ہوا وہ ماہ پہلو سے گیا
دل جلانے کو فقط اب داغِ پہلو رہ گیا

اس شعر کے اندر رات اور گزری دو لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ بیان کیے رات کے مقابل 'دن' اور گزری کے مقابل ہوا ہے ایسے ہی قرآنِ عظیم کی یہ آیتِ مبارکہ

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا ترجمہ کنزالایمان: تو انہیں چاہیے تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں (التوبہ آیت: ۸۲)۔ اس آیتِ مبارکہ میں اوّلاً ضحک اور قلت کو لایا گیا ہے پھر ان دونوں کے مقابل بکاء اور کثرت کو بالترتیب لایا گیا ہے۔ آیئے اس صنعت میں حضرتِ رضا کے کلام سے ایک شعر بطورِ مثال دیکھیے۔

اوّلیں خانۂ حق کی تو ضیائیں دیکھیں
آخریں بیتِ نبی کا بھی تجلّا دیکھو

اس شعر کے مصرعِ اوّل میں پہلے اوّلیں خانۂ حق دیکھیں کو ذکر کیا پھر بالترتیب ان کے مقابل آخریں بیتِ نبی اور دیکھو کو ذکر کیا دیکھیں فعلِ ماضی ہے اور دیکھو فعلِ امر سے ایسے ہی مقابلہ غیر مرتب یعنی کلام میں پہلے دو یا دو سے زیادہ معنوں کو ذکر کیا جائے مگر بعد میں ان کے مقابلے کی ترتیب کو بدل دیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لف و نشر غیر مرتب۔ مگر لف ونشر غیر مرتب کی تعریفی حیثیت کے اعتبار سے اس کے احکام صنعتِ مقابلہ سے مختلف ہیں۔ آیئے اسی صنعت میں حضرت رضا کے کلام سے ایک اور شعر بطورِ مثال دیکھیے۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

اس شعر کے اندر مصرعِ اوّل میں پانچ چیزیں اوّلاً ذکر ہوئیں پھر ان میں سے ہر ایک کا مقابل تو ذکر ہوا مگر ترتیب بدل گئی ہے۔ مثلاً مصرعِ اولیٰ میں حسن کو پہلے نمبر پر ذکر کیا مگر جو اس کا مقابل تھا یعنی نام اسے مصرعِ ثانی میں تیسرے نمبر پر ذکر کیا ایسے ہی کٹیں مصرعِ اول میں دوسرے نمبر پر ذکر ہوا اور اس کا مقابل دوسرے مصرع میں کٹاتے دوسرے نمبر ہی ترتیب ہوا مگر اس میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے دیکھیے کہ لفظِ کٹیں کسی کام کا وقوع ایک بار بتا رہا ہے مگر کٹاتے ہیں میں استمرار ہے۔ ایسے ہی مصرعِ اول میں مصر کا ذکر تیسرے نمبر پر ہوا جبکہ اس کے مقابل یعنی عرب کا ذکر مصرعِ ثانی میں پانچویں جگہ ہوا ایسے ہی انگشت اور زنان کے مقابل میں عدمِ ترتیب سے بعض لوگ اسے لف ونشر غیرِ مرتب بھی بتاتے ہیں مگر یہ ایک خطاء ہے کیوں کہ وہاں مناسبات کو بغیر تعیین ذکر کرنا ہے جبکہ مقابلے میں مناسبات کی بجائے تقابل پیش کیا جاتا ہے اس شعر میں تقابل پیش کیا گیا ہے نہ کہ مناسبات کو (واللہ ورسولہ اعلم)

یوں تو صنعتِ طباق کی مثالیں صحرائے سخنِ رضا میں ذروں کی طرح بکھری پڑی ہیں مگر ایک ایک مثال پر ہی اکتفا کیا گیا ہے کیوں کہ مضمون تفصیل کا متحمل نہیں۔ تفصیل کی کمی ہم نے اپنی کتاب بدیع الرفاء فی مدح المصطفیٰ میں پوری کردی ہے جو انشاءاللہ عنقریب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔

## اظہارِ تشکر

ہم ان تمام اہلِ محبت کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اندرون و بیرونِ پاکستان خصوصاً انڈیا، بنگلہ دیش، قاہرہ، امریکہ، برطانیہ وغیرہ سے صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری کی ناسازئ طبیعت پر بذریعہ فون، خطوط، ای۔ میل، عیادت کی اور ان کی درازئ عمر کی دعا کی۔ (ادارہ)

# تبصرہ در تبصرہ "تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق"

ڈاکٹر محمد ارشاد (یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور)

مذکورہ بالا عبارت کسی تقریر کا عنوان نہیں بلکہ یہ تو اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں رحمہ اللہ (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) حنفی قادری بریلوی کے تعلیمی افکار، اطوار، گفتار اور کردار پر تحقیقی کام کے جائزہ و تنقید اور تحقیق پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ اس کتاب کے مصنف جناب سلیم اللہ جندران صاحب نے بظاہر تو اس کتاب کو ایک ہی نشست میں پڑھ لیے جانے والے کتابچے کا حجم دیا ہے مگر قاریٔ کتاب کے لیے اتنی محنت کی ہے، معلومات جمع کی ہیں، اعلیٰ حضرت کے افکارِ تعلیم کو مختلف جہات سے چھیڑا ہے، قیمتی آراء درج کی ہیں کہ قارئین کا اپنی ہر علمی، ادبی، تعلیمی، تحقیقی، تنقیدی نشست میں اس کتاب کو یاد رکھنا، محسوس کرنا اور روشنی لینا ضروری امر بن گیا ہے۔

قانونِ خداوندی ہے کہ "اگر شکر کرو گے تو عطاؤں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا"۔ اعتراف کرنا شکر کی علامت ہے۔ انسانوں کے درمیان بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہے کہ اگر لوگوں کی خدمات کا اعتراف اور تحسین کی جائے تو وہ مزید خدمات بجا لاتے ہیں۔ جناب جندران صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی خدماتِ دینیہ پر کام کرنے والوں کی ہمت، جرأت اور علمیت کا اعتراف کیا ہے۔ گویا یہ کتاب صرف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے تعلیمی فکار پر ہونے والے تحقیقی کام کا جائزہ و تنقید ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے سپاس نامہ بھی ہے تاکہ محققین و مباحثین اس میدان میں مزید آگے بڑھ کر خدمات سرانجام دیں۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی عبقری شخصیت ہیں کہ عمر بھر میدانِ تعلیم و تعلّم میں محو رہے جہاں بولنے کی ضرورت پڑی وہ چپ نہیں رہے۔ جہاں لکھنے کی ضرورت پڑی، قلم کو کبھی سستی اور مصلحت کا شکار نہیں ہونے دیا۔ علوم و فنون میں ایسی نابغۂ روزگار ہستی کہ معاصرین اور متاخرین کے لیے ایک بہت بڑا علمی سہارا تھے، ہیں اور رہیں گے۔ میں تو کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ ایک ہزار سے زائد چھوٹی بڑی کتب سمیت مصنفات چھوڑ کر جانے والی اس ہستی پر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا کرم تھا کیونکہ اُن کی تالیفات کی اکثریت وقت کی ضرورت، پیش آمدہ مسائل کا حل، اپنوں اور غیروں کے سوالات کے جوابات پر مبنی ہے۔ اُن کا بیشتر وقت تو مسائل و اعتراضات کے جواب میں خرچ ہوا۔ اگر وہ، جیسا کہ وہ متعدد علوم و فنون میں ماہر، باہر، بارز تھے، کسی موضوع پر جواباً کی بجائے عمداً، تفصیلاً، مستقلاً لکھنے بیٹھتے تو آج بے شمار علوم و فنون میں کتابیں نہیں، انسائیکلوپیڈیاز چھوڑتے کیونکہ وہ خود متعدد علوم و فنون کا انسائیکلوپیڈیا تھے۔ یہ تو لوگوں کے سوالات نے اُن سے لکھوایا ہے تو ہزار سے زائد کتابیں ہوئیں اگر اپنی مرضی سے لکھتے تو معاملہ اس سے کہیں آگے جا پہنچتا۔ آپ کے زورِ قلم کے راستے میں اگرچہ رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں مگر وہ قلم تھا ہی اتنا طاقتور کہ رکتا چلتا بھی

اتنی بڑی تعداد میں تالیفات دے گیا۔ کتاب کے مصنف سلیم اللہ جندران نے اس کتاب میں اپنے لیے موضوع صرف تحقیق یا تنقید نہیں بلکہ تحقیق بر تحقیق اور تنقید بر تنقید منتخب کیا ہے جو کہ نہایت مشکل موضوعِ تصنیف و تالیف ہے۔ عام قصہ کہانی کی طرح اس میں نہ تو لکھنے والے کا تیزی سے قلم چلتا ہے اور نہ ہی قاری کی قراءت۔ جندران صاحب نے قدم قدم پر قلم کو ماہر محقق و ناقد کی طرح سنبھالا ہے اور بطورِ قاری راقم نے بھی کتاب کو سطراً سطراً پڑھا ہے۔ مصنف نے کمالِ محنت سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے افکارِ تعلیمیہ پر بحوث اور تنقید کا علمی جائزہ لیا ہے، دور دراز کے سفر کیے ہیں، ملک کے دور و نزدیک ہی نہیں بلکہ اپنے ذرائع سے بیرونِ ملک سے بھی تعلیمی افکارِ رضا پر ہونے والے تحقیقی کام کو اپنے اس تحقیقی اور تنقیدی جائزے میں شامل کیا ہے۔ یہ بات بڑی قابلِ ذکر ہے کہ مصنف کا دستِ تحقیق سرکاری، غیر سرکاری، نیم سرکاری مدارس، جامعات اور تنظیمات کی لائبریریوں تک روانی سے پہنچا ہے۔

فاضل مصنف نے تعلیمی افکارِ رضا پر ہونے والے تحقیقی کام کے اس تحقیقی اور تنقیدی جائزے میں قارئین و مباحثین دونوں کے لیے معلومات کا سامان کیا ہے۔ کئی ایک غیر ملکی رسائل، جرائد، اداروں اور تنظیموں کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اُن تک رسائی کے لیے مکمل ایڈریس دیا ہے۔ حتیٰ کہ ای۔ میل ایڈریس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس نوخیز تحقیقی قلم کو ماہرانہ انداز میں تھامنے والے مصنف نے اپنے مطالعہ اور ذرائع سے اس کتاب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمی افکار کو کتب و مقالات سے اخذ کر کے اُس کے اقتباسات بھی پیش کیے ہیں مثلاً موجودہ دورِ تعلیم اور مصطلحاتِ تعلیمیہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی تحریرات میں سے فارمل (Formal)، نان فارمل (Non-Formal) اور اِن فارمل (Informal) ایجوکیشنل موڈز (modes) کا بھی ذکر کیا ہے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انداز، اطوار اور افکارِ تعلیم و تدریس میں سے بغیر پیسہ و لالچ اور مفت خدماتِ تعلیمیہ کا ذکر بھی چھیڑا ہے۔ فاضل محقق نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے افکارِ تعلیم پر مشتمل ہر مقالہ و تصنیف کو پڑھا ہے۔ اُس کے مندرجات کا ذکر کیا ہے، اُن اداروں کا نام لکھا ہے جن میں اعلیٰ حضرت کے تعلیمی افکار پر تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں، مختلف سطحوں کا ذکر کیا ہے کہ کوئی تحقیقی مقالہ میں ڈگری کے حصول کے جزوی تقاضوں کی تکمیل کے لیے لکھا گیا ہے۔ ان مقالات کے نگران اساتذہ اور مقالہ نگار طلباء کے نام درج کیے ہیں گویا کہیں بھی ایسا نہیں ہے کہ مصنف نے کسی کتاب یا مقالے کو دیکھے یا پڑھے بغیر اُس کا تذکرہ کیا ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمی افکار پر تحقیق کے کام کا جائزہ لینے والے اس محقق و ناقد نے اپنی کتاب کی تیاری میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، ۲۵ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی نے بڑی محنت، خوبصورتی کے ساتھ اچھے کاغذ پر اس کو شائع کیا ہے۔ ادارہ اور مصنف دونوں ہماری طرف سے دعاؤں اور تحسین کے قابل ہیں۔

اس کتاب کے مواد کی جمع و ترتیب میں مصنف نے جہاں بہت سی خوبیوں کو جمع کیا ہے وہاں میری نظر میں کچھ

اس میں توجہ طلب پہلو اور مواقع بھی ہیں جو کہ درج ذیل سطور میں مشورۃً ذکر کیے جارہے ہیں:

۱۔ کتاب کا نام "تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق" کی بجائے "تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیقی کام کا جائزہ" کتاب کو اور معنوی جامعیت دے سکتا ہے۔

۲۔ کتابت کی پروف ریڈنگ آئندہ ایڈیشن میں ذرا اور بہتر انداز میں کرلی جائے تاکہ جو غلطیاں نظروں سے اوجھل ہوگئیں درست کی جاسکیں۔ جیسا کہ صفحہ نمبر ۱۴ پر "ادائیگی" کے بجائے "ادائی" لکھا گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۶ پر "منظرِ عام پر لانے کی کی گئی ہے" مکتوب ہے جو کہ اصل میں "منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے" ہے۔ یقیناً آئندہ ایڈیشن میں یہ سہو دور ہوسکتا ہے۔

۳۔ بہتر یہ ہے کہ فہرستِ عنوانات عربی کتب کی نہج پر کتابِ ہذا کے آخر میں دی جائے کیوں کہ جہاں یہ اب مذکور ہے، وہ صفحہ نمبر ۲۰ ہے جبکہ اس سے پہلے بھی عنوانات گزر چکے ہیں۔

۴۔ کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰ پر اظہارِ تشکر کے مواد میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اُستاد کے نام پیغام مذکور ہے، عبارت بھی درج ہے مگر اُس کو واوین ("۔۔") میں نہیں لکھا گیا اور نہ ہی حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ کس کتاب و مقالہ سے مقتبس ہے، اس طرح ادار یہ اور کئی اور جگہوں پر بھی اقتباسات مذکور ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے افکارِ تعلیمیہ کیا کیا ہیں مگر واوین اور حوالے کی تشنگی ہے۔

۵۔ کتاب پڑھنا شروع کریں تو کہیں کہیں آپ کو اس طرح کا کوئی حوالہ و مرجع لکھا ہوا ملے گا کہ "رحمانی 1995"، "قلندر 2000"، "قادری نے کہا"، "جنجوعہ 1998"، مصباحی 2004"، "جیلانی 2001"، JORIE" وغیرہا۔ التماس ہے کہ یہاں سوانح و تذکرۂ رجال، تعارفِ مقالہ و کتاب اور تفصیلِ محقّقات کی تشنگی کو دور کیا جائے کیونکہ کسی کتاب کے اوئل میں آنے والے ہر حوالے کو تفصیلاً اور اواخر میں آنے والے حوالہ جات کو تخفیفاً یا مختصراً لکھا جانا چاہیے۔

۶۔ فاضل مصنف نے تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیقی کام کا جائزہ لیتے ہوئے اداروں کا تعارف، مجموعی لسٹ، مجموعی جائزہ، انفرادی جائزہ، مقالات کا اشاریہ / جدول، محققین میں امورِ مشترکہ، فہرستِ عنواناتِ مقالہ، نتائج و تجاویز، مآخذ، نگران، مقالہ نگاران جیسے عنوانات پر معلومات ضرور دی ہیں مگر پوری کتاب میں کوئی ایک پیٹرن نہیں اختیار کیا۔ کبھی کسی موضوع کو مقدم ذکر کیا تو کبھی اُسے ہی موخر ذکر کیا اور کہیں کچھ عنوانات جو پچھلے کسی کام کے تبصرے میں ذکر کیے، یہاں چھوڑ دیے۔

۷۔ مصنف نے اس بات کو نہ جانے کیوں مناسب نہیں سمجھا کہ تقریباً محققین کی اکثریت نے ملتے جلتے عنوانات پر تحقیقی کام کیا ہے، ان میں جدت کیوں نہیں دی گئی، یہ تکرار کیوں ہے؟ ذمّے داری متعین کی جانی چاہیے تھی کہ ایسی تحقیقی یکسانیت اور تکرار کا ذمّے دار طالبِ علم مقالہ نگار ہے یا نگرانِ مقالہ ذمّے دار ہے یا پھر دونوں کو حصولِ مواد میں دشواریوں کا سامنا ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ دشواریاں کون دور کرے گا؟ اصل بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو ایک ہمہ جہتی علمی، دینی شخصیت ہیں، ان پر ہونے والا کام یکسانیت اور تکرار کا شکار کیوں ہو؟

۸۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے اس کے بارے میں کسی نہ

کسی سطح پر لکھے جانے والے Thesis کا پیٹرن محسوس ہوتا ہے۔ ایسا ہونا بھی کوئی عار نہیں مگر وہ تمام عنوان نکال دیے جانے چاہئیں جو کسی کتاب کے مزاج کے برعکس ہوں۔ مثلاً "بیانِ مسئلہ"، "حاصلات و نتائج"، کیونکہ ان عنوانات کی وجہ سے کہیں کہیں کتاب کے مجموعی ترتیبی مزاج کو معروف انداز سے ہٹا ہوا ہونے کا احساس ہوتا ہے اور کہیں کہیں بعض عنوانات کے تحت دی گئی معلومات غیر ضروری تکرار کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً اعلیٰ حضرت کے تعلیمی افکار پر تحقیقی کام کا مجموعی اشاریہ بھی مذکور ہے، تفصیلی بھی ہے، اجمالی بھی ہے۔ اسی طرح اُن اداروں اور تنظیموں کو بھی ایک سے زیادہ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جن میں یہ تحقیقی کام ہوا ہے۔ مثال کے طور پر صفحہ نمبر ۹۵ تا ۱۰۳ پر مذکورہ معلومات ایک سے زیادہ مرتبہ کتاب میں مذکور ہیں۔

۹۔ اعلیٰ حضرت کے تعلیمی افکار پر محققین کے اخذ کردہ افکار کو بطورِ خاص علیحدہ کر کے اُن محققین کے نام سے بحوالۂ کتب ذکر کرنا چاہیے تھا۔

۱۰۔ کتابیات (مصادر و مراجع) میں محققین کے مقالہ جات مذکور نہیں ہیں حالانکہ اس کتاب کی تیاری میں بطور خود ہر تحقیقی مقالہ ایک مصدر تھا۔

## تعلیمی افکارِ رضویہ کی نئی جہات

۱۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر جتنے لوگوں نے آج تک جس سطح پر اور جس طرح کا بھی کام کیا ہے، اُن محققین کے تمام مصادر و مراجع پر ایک علیحدہ سے تعارفی کتابچہ ہو تاکہ وہ آئندہ محققین کے لیے راہنمائے مصادر مراجع ہو سکے۔

۲۔ محققین یقیناً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو بار بار پڑھ کر آپ کے تعلیمی افکار کا استخراج و اقتباس کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کی گئی ہر تحقیق سے تعلیمی افکارِ رضا خالصتاً علیحدہ (Split) کر لیے جائیں جو کہ آئندہ ماہرینِ تعلیم، ماہرینِ انتظامیات، ماہرینِ نصاب اور ماہرینِ تدریس کو بوقت پلاننگ مہیا کیے جا سکیں۔

۳۔ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکارِ تعلیمیہ پر تحقیق کے دوران قرونِ اولیٰ کی شخصیات مثلاً غزالی، ابنِ خلدون، شاہ ولی اللہ سے تقابل کی بجائے مماثلت اور منفردات مرتب کیے جائیں اور معاصر شخصیات قاسم نانوتوی، مودودی، ڈاکٹر علامہ اقبال سے ممیّزات پر کام کیا جائے۔

۴۔ تعلیمی افکارِ رضا پر کام کرنے والے محققین سے توقع ہے کہ وہ دورانِ تحقیق دوسرے مسلم اور عالمی مفکرینِ تعلیم پر کی جانے والی تحقیق کے انداز کو سامنے رکھیں گے تاکہ کام عالمی نوعیت و معیار کا ہو اور کوئی پہلو تشنہ لبی کا شکار نہ ہو۔

۵۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا سے گزارش ہے کہ وہ اپنے نوٹس میں آنے والے ہر اُس معیاری کام کو شائع کرتا چلا جائے جو تعلیمی افکارِ رضا پر ہوا ہو چاہے کسی بھی ادارے کی طرف سے وہ کام ہوا ہو۔ اس سے تعلیمی افکارِ رضا پر کام کرنے والوں کے لیے مصادر مراجع میں اضافہ ہو گا

--------☆☆☆--------

# دور و نزدیک سے

ترتیب و پیشکش: مرزا فرقان احمد

مکرم و معظم جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہ

بالکل ابھی سہ پہر ۵:۲۰ پر آپ کے درِ دولت پہ فون کیا تاکہ آپ کی صحتِ مبارک کی عافیت کے بارے میں جان سکوں۔ استفسار پہ معلوم ہوا کہ آپ نماز میں مصروف ہیں اور آپ کو کھانسی کی بھی کافی تکلیف ہے، جس سے آپ بولنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔

اس پر اب دوبارہ میں فون کی جسارت کرنے کی بجائے اس تحریر کے ذریعے آپ کے لیے درازیٔ عمر، صحت مند، نیک زندگی کی دُعا کا پیغام پیشِ خدمت کر رہا ہوں۔ رب العزت اپنے پیارے نبی کریم رؤف ورحیم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے توسل سے آپ کو جلد صحتِ کاملہ سے نوازے!

میری دلی دعا ہے کہ زندگی مبارک میں آپ نے فروغ رضویات کے لیے جس قدر معطر، معتبر، منوّر اسلامک لٹریچر تصنیف فرمایا ہے اُسے خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں بھرپور پذیرائی عطا فرمائے!

آنے والی نسلوں کے لیے آپ کا وہ جاودانی و نورانی ادب خوب نفع بخش ثابت ہو! صدقۂ جاریہ بنے! اگرچہ آپ خود بوجوہ ڈاکٹریٹ کے باقاعدہ طالب علم نہیں رہے مگر کھلے لفظوں یہ اعتراف حقیقت ہے کہ بفضلِ ربانی آپ اسلامی رضویاتی ادب کے دائرے میں بہت ساروں کے لیے ''ڈاکٹر گر'' ضرور ثابت ہوئے ہیں۔ اِدارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی (پاکستان) کی گراں مایہ تحریری، تقریری، تحقیقی متنوع خدمات آپ کی خلوصِ نیت، انتھک بے لوث محنت اور علم دوستی کی نمایاں مثال ہیں۔ پیشے کے لحاظ سے تو آپ ایک سینیئر بینکر تھے مگر طبعاً ماشاءاللہ آپ اسلامی مفکر ثابت ہوئے ہیں۔ الحمدللہ! اسلامی ادب کا پودا جسے گلشنِ رضویات کی صورت میں آپ نے شبانہ روز محنتِ شاقہ سے سینچا ہے، اب اُس کی بہار ہر سو اپنی خوشبو پھیلا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ تا دیر اُسے دیکھنا نصیب کرے!

آپ کی بلند ہمتی، حوصلہ مندی، انتہائی نفیس اور شستہ حسنِ مزاج، مقصد سے پُر خلوص لگن آپ کی ممتاز خصوصیات رہی ہیں۔ جونیئر رائٹرز، ینگ ریسرچرز کی آپ نے خوب دل کھول کر حوصلہ افزائی فرمائی ہے جس سے دائرۂ رضویات میں نئے نئے لکھاری داخل ہوتے چلے گئے۔

آپ کی علالت کی خبر سُن کر دل رنجیدہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور نوافل، صلوٰۃ الحاجات اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ وہ ذات شافی ہے، کافی ہے قادر ہے، قدیر ہے رؤف ورحیم رحمۃ اللعالمین حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ انشاءاللہ آپ کو شفا نصیب ہوگی! میں نے انگریزی ''معارفِ رضا ۲۰۱۰ء'' کا اداریہ: آپ کے پیغام کی تعمیل کے تحت

The Right Sound & Quality Education: Only way to the peace, progress & property of a Nation''

کے عنوان سے e-mail کر دیا تھا اُمید ہے وہ چھپ بھی چکا ہوگا۔ اس بار سُنا ہے کہ آپ نے کانفرنس کے لیے شیخ زاید اسلامک سینٹر، کراچی، کا انتخاب کیا تھا ماشاءاللہ بہت خوب!

آپ کے دیرینہ ساتھی، رفیقِ خاص، ایڈیٹر معارفِ رضا، سیکریٹری جنرل ادارہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی خرابی صحت کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا اُن کے لیے بھی بھرپور دُعا ہے۔

ادارے کے تمام اراکین، آفس اسٹاف جناب عمار ضیاء صاحب، محمد اشرف جہانگیر صاحب، شاہنواز صاحب، ندیم احمد ندیم قادری نورانی صاحب جملہ احبابِ گرامی کے لیے بہت ساری دُعائیں!

فی امان اللہ! فی امان اللہ! فی امان اللہ!

نیازمند، دُعا گو، دُعا جو

العارض

سلیم اللہ جُندران

(۳ر فروری ۲۰۱۰ء)

بھوآ حسن براستہ قادر آباد تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین۔

# نذرانۂ عقیدت

بحضور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری دامت برکاتہم العالیہ صاحب

از: میرزا امجد رازی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حُسنِ روئے اتقیاء حضرت مجیداللہ ہیں
مرجعِ اہلِ صفا حضرت مجیداللہ ہیں

جانشینِ مسندِ رشد و ہدایت ان کی ذات
سرگروہِ اصفیاء حضرت مجیداللہ ہیں

حلقۂ زلفِ حقیقت جس کا ہے طوقِ گلو
پیکرِ ناز و ادا حضرت مجید اللہ ہیں

بوئے ارشادِ ولایت سے جو مہکائے فضا
وہ گُلِ نکہت فزا حضرت مجیداللہ ہیں

بربطِ ہستی کی تاروں سے چھڑا ہے سازِ عشق
نغمہ خوانِ مصطفےٰ حضرت مجیداللہ ہیں

سن رہے ہیں طائرانِ خوشنوا پُر کیف لے
بلبلِ باغِ رضا حضرت مجیداللہ ہیں

چل رہی ہے ہلکی ہلکی ہر طرف ٹھنڈی نسیم
بسکہ صبحِ جانفزا حضرت مجیداللہ ہیں

مستیِ صہبائے شرم آنکھوں میں قدرت نے بھری
یعنی مینائے حیاء حضرت مجیداللہ ہیں

گردنِ نقادِ بے فن پنجۂ ہیبت میں ہے
شیرِ دربارِ رضا حضرت مجیداللہ ہیں

اُن کے ملنے سے کھلے بابِ مذاقِ آگہی
ارتقاء کا سلسلہ حضرت مجیداللہ ہیں

یاد ہیں حُسنِ تکلف کے مزے رازی مجھے
اُن سے اُن کا پوچھنا، حضرت مجیداللہ ہیں؟؟